اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل

جان لو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے

عشقِ الٰہی

مؤلف: حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

ناشر

مکتبۃ الفقیر

223 سنت پورہ فیصل آباد

+92-041-618003

فہرست

ساؤتھ افریقہ کے تبلیغی سفر میں فقیر ایک دوست کے خط کا جواب لکھنا چاہتا تھا مگر لکھنے والے نے اتنے محبت بھرے الفاظ میں خط لکھا تھا کہ باید و شاید۔ معاً دل میں خیال پیدا ہوا کہ جب ایک مرید اپنے مرشد کو ایسا محبت نامہ بھیجتا ہے تو کیوں نہ ہو کہ فقیر بھی اپنے محبوب حقیقی کے لئے عشق الٰہی کے عنوان پر کچھ لکھے۔ جب کاغذ قلم سنبھالا تو خیالات کا تسلسل بنا جو ٹوٹتا ہی نہ تھا۔ ایک طرف پروگراموں کی کثرت اور ملنے والوں کا ہجوم بلکہ دوسری طرف وقت کی قلت اور سفر کی مشقت۔ فقیر بھی روزانہ کچھ الجھے سلجھے الفاظ سپرد قلم کرتا رہا۔ کبھی کبھی اپنی علمی کم مائیگی کی وجہ سے خیال بھی آتا کہ

کیسے الفاظ کے سانچے میں ڈھلے گا یہ جمال
سوچتا ہوں کہ ترے حسن کی توہین نہ ہو

مگر عنوان کی اہمیت نے پیچھے نہ ہٹنے دیا۔ یقینی بات ہے کہ

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدہ تصورات

آج کا انسان محبت دنیا میں اس قدر گرفتار ہو چکا ہے کہ عملاً ہر وقت دنیا سمیٹنے میں لگا ہوا ہے مگر زبانی کلامی عشق الٰہی کی باتوں سے دل بھی بہلاتا رہتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ سلطان عشق کی عدالت میں تقسیم دل کا کوئی قانون نہیں ہے۔ وہاں تو یک سواء

یک سو ہو کر قدم اٹھانا پڑتا ہے اور غیر سے دل کی آنکھیں بند کرنی ضروری ہوتی ہیں جبکہ ہم تو ظاہری آنکھیں بند کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ فقیر نے اس رسالہ میں بلاکم و کاست جو کچھ خیال میں آیا سپرد قلم کر دیا ہے۔ اہل علم حضرات کوئی کمی بیشی پائیں تو نشاندہی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

ہمہ شہر پر ز خوبان منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم یک بیں نکند بہ کس نگاہے

آخر میں قارئین سے دست بستہ دعاؤں کی درخواست کرنا بھی ضروری ہے۔

شدہ ام خراب و بدنام و ہنوز امیدوارم
کہ زہد خلاص یابم بہ دعائے نیک نام

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی
كان الله له عوضاً عن كل شيء

باب 1

عشق الٰہی کی اہمیت

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے انسان کو اپنی تخلیق کا شاہکار بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

(تحقیق ہم [illegible]ن و بہترین صورت میں پیدا کیا)

رب کائنات ہر انسان کی پیدائش کے وقت اس کے دل میں اپنی محبت کا بیج رکھ دیتے ہیں جس کی وجہ سے ہر انسان فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ

(ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے)

اسی لئے ہر انسان دلائل کی بجائے فطرت کے دباؤ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر یقین رکھتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے۔

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

انسانی زندگی سے عشق الٰہی کا جذبہ نکال دیا جائے تو حیوانیت کے سوا کچھ باقی

نہیں رہتا۔ بھلا اس فانی دنیا میں عشق الٰہی کے سوا رکھا ہی کیا ہے۔

؎ در خرمن کائنات کردیم نگاہ
یک دانہ محبت است باقی ہمہ گاہ

{بس میں نے کائنات کے خرمن کی طرف نظر کی، ایک دانہ محبت کا ہے
باقی سب تنکے چھلکے (بھوسہ) ہیں}

جب دل عشق الٰہی سے معمور ہو اور آنکھیں شراب الست سے مخمور ہوں تو زندگی کا انداز ہی نرالا ہوتا ہے۔

؎ ملت عشق از ہمہ ملت جدا است
عاشقاں را مذہب و ملت جدا است

{عشق کی ملت تمام ملتوں سے منفرد ہے، عاشقوں کا مذہب اور ملت جدا
ہوتا ہے}

زندگی کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار عشق الٰہی پر موقوف ہے۔ اسی سے انسان کو کبھی تو "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْٓ اٰدَمَ" (اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی) کا خطاب ملا اور کبھی "وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ" (اور ان کو بہت ساروں پر فضیلت بخشی) کا ہار اس کے گلے میں ڈالا گیا۔ یہ فضیلت عشق الٰہی کی وجہ سے ملی۔

؎ ہر کہ عاشق شد جمال ذات را
اوست سید جملہ موجودات را

{جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے جمال کا عاشق ہے وہ تمام موجودات کا
سردار ہے}

انسانی زندگی کی ابتداء اور انتہا اور اس کے مبداء و معاد کا مرکزی نقطہ عشق الٰہی

ہے۔

؎ عشق اول عشق آخر عشق کل
عشق شاخ و عشق نخل و عشق گل

{عشق ہی اول عشق ہی آخر عشق ہی کل ہے عشق ہی شاخ عشق ہی
درخت اور عشق ہی پھول ہے}

جس طرح بنجر زمین بیج کی بشونما کرنے کی بجائے اس کے خاتمے کا سبب بنتی ہے اسی طرح معصیت والا ماحول عشق الٰہی کے جذبے کو نکھارنے کی بجائے غفلت کے پردوں میں لپیٹ دینے کا سبب بنتا ہے۔ اگر ماحول سازگار ہو تو عشق الٰہی کا بیج پھلتا پھولتا ہے اور اپنی بہار دکھاتا ہے بلکہ آس پاس کی فضا کو بھی معطر کر دیتا ہے۔ ہر اچھے ماحول میں آپ انسانوں کی زندگی کا مرکز ومحور اللہ تعالیٰ کی ذات کو پائیں گے۔

؎ ندانم آں گل خنداں چہ رنگ و بو دارد
کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئے او دارد

{نہ جانے اس مسکراتے پھول کا رنگ اور خوشبو کیسی ہے کہ چمن کا ہر پرندہ
اسی کی گفتگو کرتا ہے}

؎ چہ شد مجذوب گر دیوانہ اوست
ہمہ عالم ببیں پروانہ اوست

{کیا ہوا اگر مجذوب اس کا دیوانہ ہے، دیکھو تو سارا عالم ہی اس کا پروانہ ہے}

سچ ہے کہ اس کائنات میں جتنا اللہ تعالیٰ کو چاہا گیا' جتنی محبت اس سے کی گئی' جتنا اسے یاد کیا گیا' جتنا اسے پکارا گیا' جتنی اسکی عبادت کی گئی' جتنا اس سے عشق کیا گیا، کائنات میں کوئی دوسری ہستی اس جیسی نہیں۔ سب مخلوق اس کی شیدائی ہے۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے
میں بھی اس پر مرمٹا ناصح تو کیا بے جا کیا
اک مجھے سودا تھا دنیا بھر تو سودائی نہ تھی

عشق الٰہی کے چند معارف

عشق الٰہی سے متعلق چند معارف درج ذیل ہیں۔

1 ۔انسانی جسم مختلف اعضاء کا مجموعہ ہے اور ہر عضو کی اپنی اپنی صفات ہیں مثلاً آنکھ کی صفت دیکھنا' کان کی صفت سننا' ناک کی صفت سونگھنا وغیرہ۔اسی طرح انسان کے دل کی صفت محبت کرنا ہے۔دل کسی نہ کسی سے محبت ضرور کرتا ہے۔

پتھر سے ہو خدا سے ہو یا پھر کسی سے ہو
آتا نہیں ہے چین محبت کیے بغیر
دل بحر محبت ہے محبت ہی کرے گا
لاکھ اس کو بچا تو یہ کسی پر تو مریگا

2 ۔انسان جب کسی سے محبت کرتا ہے تو عموماً اس کی دو وجوہات ہوتی ہیں۔

(۱) وہ ہستی اپنی ذات و صفات میں دوسروں سے ممتاز ہوتی ہے اور ان پر فوقیت رکھتی ہے۔اس جیسا کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔اس انداز سے دیکھا جائے تو پروردگار عالم کی ذات واحد یکتا ہی ایسی ہے کہ کوئی اس کا ہم پایہ نہیں۔سوچنے کی بات ہے کہ جس ذات نے حسن کو پیدا کر دیا اس کے اپنے حسن و جمال کا کیا عالم ہوگا۔پس یہ فطری بات ہے کہ انسان اپنے پروردگار سے محبت کرے۔

(۲) وہ ہستی با اختیار ہو اور انسان کے ہر دکھ سکھ میں اس کے کام آئے۔اس انداز سے دیکھا جائے تو انسان کے غم و اندوہ میں کام آنے والی ذات فقط اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر انسان اپنی پریشانی میں بے اختیار اسی کو پکارتا ہے۔

ہر مرحلہ غم پہ ملی تجھ سے تسلی
ہر موڑ پہ گھبرا کے ترا نام لیا ہے

2 ۔اللہ تعالیٰ کے نام میں اتنی چاشنی اور لذت ہے کہ اس کو بار بار لینے سے انسان کا دکھ سکھ میں بدل جاتا ہے۔

جو مضطرب ہے اس کو ادھر التفات ہے
آخر خدا کے نام میں کوئی تو بات ہے

3 ۔انسان کو چاہئے کہ حالات کے اتار چڑھاؤ سے متاثر ہوئے بغیر ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا رہے۔

گو میں رہا رہین ستم ہائے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

4 ۔جس دل میں عشق الٰہی کا داغ نہ ہو اسے جینے کا مزہ بھی نہیں ملتا جیسے کیسے ہو محبوب حقیقی کے در کو ہرگز نہ چھوڑنا چاہئے۔

لاگ گر دل کو نہیں لطف نہیں جینے کا
الجھے سلجھے اسی کاکل کے گرفتار رہو

5 ۔جس انسان کا دل عشق الٰہی کی چاشنی سے آشنا ہو اس کی زندگی میں یکسوئی اور یکروئی ہوتی ہے۔

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے

ترے ذکر سے ترے شکر سے تری یاد سے ترے نام سے

6 - جس کی آنکھ میں عشق الٰہی کا سرمہ لگا ہو اس کی نظر میں عرش سے تحت الثریٰ تک کوئی حجاب نہیں رہتا۔ عاشق جب اپنی ذات پر نظر ڈالتا ہے تو اپنے آپ کو سراپا خطا محسوس کرتا ہے جب محبوب کی طرف نظر اٹھاتا ہے تو اسے سراپا عطا دیکھتا ہے پس اسی سے امیدیں بندھی رہتی ہیں اور وہ اسی در پر پڑا رہتا ہے۔

اِلٰهِیْ كَیْفَ اَدْعُوْكَ وَ اَنَا عَاصٍ

وَكَیْفَ لَا اَدْعُوْكَ وَ اَنْتَ كَرِیْمٌ

{الٰہی میں تجھ سے کیسے مانگوں کہ میں خطا کار ہوں اور تجھ سے کیسے نہ مانگوں جب کہ تو اتنا کریم ہے}

7 - عاشق ایک لمحہ بھی محبوب حقیقی سے غافل نہیں ہوتا، اس کی نگاہیں در محبوب پر لگی ہوتی ہیں اور وہ منتظر ہوتا ہے کہ نہ معلوم کب محبوب دروازہ کھول دے۔

یک چشم زدن غافل از آں شاہ نہ باشی

شاید کہ نگاہے کند آگاہ نہ باشی

{پلک جھپکنے کی دیر بھی اس بادشاہ سے غافل نہ ہو شاید کہ وہ نگاہ کرے اور تو بے خبر رہے}

اسی لئے مشائخ کرام نے فرمایا ہے۔

مَنْ غَمَضَ عَیْنَهٗ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰی طَرْفَةَ عَیْنٍ لَمْ یَصِلْ اِلٰی مَقْصُوْدِهٖ

(جس نے اللہ تعالیٰ سے ایک لمحہ بھی آنکھ ہٹائی وہ اپنے مقصود کو نہیں پہنچ سکتا)

8 - عاشق کے دل میں محبوب کے سوا کسی دوسرے کے لئے کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ اگر وہ اپنی ظاہری آنکھ سے محبوب حقیقی کو نہیں دیکھ سکتا تو اپنے دل کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔

حَبِیْبٌ لَیْسَ یَعْدِلُهٗ حَبِیْبٌ

وَمَا لِسِوَاهُ فِیْ قَلْبِیْ نَصِیْبٌ

حَبِیْبٌ غَائِبٌ عَنْ بَصَرِیْ وَشَخْصِیْ

وَلٰكِنْ عَنْ فُؤَادِیْ لَا یَغِیْبُ

{میرا محبوب ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا محبوب نہیں، میرے قلب میں کسی دوسرے کے لئے جگہ نہیں، اگرچہ میرا محبوب میری ظاہری نگاہوں سے اوجھل ہے مگر میرے دل کی آنکھوں سے ہرگز غائب نہیں ہوسکتا}

9 - عاشق صادق کو فقط اپنے محبوب سے ملاقات مطلوب ہوتی ہے اور وہ اسی شوق میں زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کا دل غیر کی طرف میلان کرنے سے انکار کردیتا ہے۔

اَنْتَ اُنْسِیْ وَ هِمَّتِیْ وَ سُرُوْرِیْ

قَدْ اَبَی الْقَلْبُ اَنْ یُحِبَّ سِوَاكَ

یَا عَزِیْزِیْ وَ هِمَّتِیْ وَ مُرَادِیْ

طَالَ شَوْقِیْ مَتٰی یَكُوْنُ لِقَاكَ

لَیْسَ سُؤَالِیْ مِنَ الْجِنَانِ نَعِیْمٌ

غَیْرَ اَنِّیْ اُرِیْدُ لِقَاكَ

{تو میرا پیارا میرا محبوب اور میری خوشی ہے۔ میرا دل تیرے ماسوا کی محبت سے انکاری ہے۔ اے میرے عزیز میرے پیارے اور میرے مقصود میرا

شوق لمبا ہو چکا ہے۔ میری ملاقات تجھ سے کب ہوگی میرا سوال جنتوں کی نعمتوں کا نہیں ہے بلکہ میں تو تیری ملاقات چاہتا ہوں}

10 عاشق کو محبوب سے وصل کی ہر وقت تمنا رہتی ہے پس اس کے سر میں ایک ہی سودا سمایا ہوا ہوتا ہے۔

اے در دل من اصل تمنا ہمہ تو
اے در سر من مایہ سودا ہمہ تو
ہر چند بہ روزگار در می نگرم
امروز ہمہ توئی کہ فردا ہمہ تو

{اے کہ میرے دل میں اصل تمنا تو ہی ہے۔ اے کہ میرے سر میں محبت کا سرمایہ تو ہی ہے۔ جب بھی زمانے میں میں نگاہ کرتا ہوں۔ آج بھی سب کچھ تو ہے بلکہ کل بھی سب کچھ تو ہے}

11 عاشق جب اپنے اردگرد دیکھتا ہے تو غافل دنیا کے غافل لوگ اسے ہوا و ہوس کے گرفتار نظر آتے ہیں اور دنیا اسے پنجرے کی مانند نظر آتی ہے۔

من باغ جہاں را قفسے دیدم و بس
مرغش ز ہوا و ہوسے دیدم و بس
از صبح وجودے تا شباں گاہ عدم
چوں چشم کشودم نفسے دیدم و بس

{میں دنیا کے باغ کو پنجرہ دیکھتا ہوں اور بس۔ اس کا پرندہ ہوا و ہوس ہی کو دیکھتا ہوں اور بس۔ وجود کی صبح سے عدم کی شام تک جب بھی آنکھ کھولی اپنے نفس کو دیکھا اور بس}

12 ۔ عشق الٰہی کی تاثیر ایسی ہے کہ یہ دل سے ماسوا کو نکال پھینکتا ہے حتی کہ عاشق صادق کے دل میں غیر کے لئے ہرگز ہرگز کوئی جگہ نہیں ہوتی۔

الف اللہ دل رتا میرا مینوں 'ب' دی خبر نہ کائی
'ب' پڑھیاں کچھ سمجھ نہ آوے مینوں الف دی لذت آئی
''ع'' تے ''غ'' دا فرق نہ جاناں ایہہ گل الف نے سکھائی
بلہیا قول الف دے پورے جیہڑے دل دی کرن صفائی

{اللہ کے الف نے دل کو کامیاب کر دیا مجھے 'ب' کی کوئی خبر نہیں۔ 'ب' پڑھ کر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ مجھے الف کی لذت حاصل ہوئی ہے۔ 'ع' اور 'غ' کا فرق نہیں جانتا الف نے یہ بات سکھائی ہے۔ اے بلھے شاہ الف کی باتیں سچی ہوتی ہیں جو دل کی صفائی کر دیتی ہیں}

13 ۔ عاشق کے دل کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ اپنا سب کچھ محبوب کی خاطر لٹا دے وہ محبوب کے در کی گدائی کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہے۔

یاد میں تیری سب کو بھلا دوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پر سب گھر بار لٹا دوں خانہ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگا دوں غم سے ترے دل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرا دوں تجھ سے فقط فریاد رہے

14 ۔ دنیا میں رہتے ہوئے سینکڑوں چیزیں انسان کو ملتی ہیں اور سینکڑوں انسان سے چھن جاتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو چیز بھی انسان سے دور ہو اس کا بدل دنیا میں موجود ہوتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کسی سے دور ہو جائے تو اس کا کوئی بدل نہیں۔

لِكُلِّ شَيْءٍ اِذَا فَارَقْتَهُ عِوَضٌ وَلَيْسَ لِلّٰهِ اِنْ فَارَقْتَ مِنْ عِوَضٍ

{ہر چیز جس سے تو جدا ہوا اس کا بدل ہے لیکن اگر اللہ سے جدا ہو گیا تو اس کا کوئی بدل نہیں}

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کلام عرب میں سب سے اچھا کلام لبید شاعر کا ہے کہ

اَلاَ كُلُّ شَىْءٍ مَا خَلاَ اللّٰهُ بَاطِلٌ
وَكُلُّ نَعِيْمٍ لاَ مَحَالَةَ زَائِلٌ

{ہر چیز جو اللہ کے سوا ہے وہ باطل ہے اور ہر نعمت یقیناً زائل ہو جانے والی ہے}

عشق الٰہی کی اہمیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

(ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے)

کمال ایمان کی نشانی محبت الٰہی میں پختگی اور رسوخ ہے۔ وقت اور زمانے کے بدلتے ہوئے حالات میں اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن
محبت نہیں جس میں شدت نہیں ہے
محبت کے انداز ہیں سب پرانے
خبردار ہو اس میں جدت نہیں ہے

محبت الٰہی انسانی زندگی کی تلخیوں کو شیرینی میں بدل دیتی ہے۔ دل میں عشق الٰہی

سے ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ جس کا خدا سے واسطہ اس کا بے چینی سے کیا واسطہ۔

از محبت تلخہا شیریں شود
وز محبت سیمہا زریں شود
از محبت دردہا صافی شود
وز محبت دردہا شافی شود

{محبت سے کڑوے میٹھے بن جاتے ہیں، محبت سے چاندی سونا بن جاتی ہے، محبت سے درد زائل ہو جاتے ہیں، محبت سے درد شافی ہو جاتے ہیں}

عشق و محبت کا مفہوم

حضرت شبلیؒ کا فرمان ہے۔

سميت المحبة لانها تمحو من القلب ما سوى المحبوب

(محبت نام اس لئے رکھا گیا کہ وہ محبوب کے ماسوا ہر چیز کو محو کر دیتی ہے)

استاذ ابوالقاسم قشیری کا قول ہے کہ

المحبة محو المحب لصفاته و اثبات المحبوب بذاته

(محبت محب کو صفات کی وجہ سے مٹا دینا اور محبوب کو اس کی ذات کے ساتھ ثابت کرنا ہے)

حضرت سمنون محبؒ فرماتے تھے۔

ذهب المحبون لله بشرف الدنيا والآخرة لان النبى صلى الله عليه وسلم قال المرء مع من احب

(اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے والے دنیا و آخرت کی شرف لے گئے اس

لئے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بندہ جس سے محبت کرے گا اسی کے ساتھ ہوگا)

محبت دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو محبوب کے وصل کے لئے محب کو بے چین کر دیتی ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ پر یہ آیت اتری "لَعَمْرُکَ" (آپ کی عمر کی قسم) تو آپ نے عبادت میں اس قدر زیادتی فرمائی۔ "حَتّٰی تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ" (حتی کہ آپ کے قدم مبارک متورم ہو جاتے)۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی" (طٰہٰ، ہم نے قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑیں)

امام غزالی نے کسی کو درج ذیل اشعار پڑھتے سنا تو بے ہوش ہوگئے۔

لَقَدْ لَسَعَتْ حَیَّةُ الْهَوٰی کَبِدِیْ
فَلَا طَبِیْبٌ لَهَا وَلَا رَاقِیْ
اِلَّا الْحَبِیْبُ الَّذِیْ شَغَفْتُ
فَعِنْدَهٗ رُقْیَتِیْ وَ تِرْیَاقِیْ

{محبت کے سانپ نے میرے جگر کو کاٹا نہ تو اس کا کوئی طبیب ہے اور نہ جھاڑ پھونک کرنے والا۔ سوائے اس محبوب کے جس نے میرا دل بھر دیا اسی کے پاس میرا جھاڑ پھونک اور میرا علاج ہے}

طبیب کو بلایا گیا اس نے نبض وغیرہ دیکھ کر کہا کہ اسے محبت کا مرض ہے۔

دو سچی باتیں

عشق و محبت کی دنیا میں دو باتیں بڑی ٹھوس ہیں:

1 ۔ عاشق اپنے محبوب حقیقی کے حسن و جمال کی جتنی تعریف کرے اتنی ہی کم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

{کہہ دیجئے اگر سمندر روشنائی بن جائے میرے رب کی باتوں کے لئے تو ختم ہو جائے سمندر اس سے پہلے کہ ختم ہوں میرے رب کی باتیں اگرچہ ہم اس جیسا ایک اور سمندر لے آئیں اس کی مدد کو}

2 ۔ جو انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نام کا ڈنکا پوری دنیا میں بجا دیتا ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب بندہ اپنی عبادات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا مقرب بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ جبرائیلؑ کے ذریعے آسمان و زمین میں یہ اعلان کروا دیتے ہیں کہ لوگو اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں۔

ثُمَّ یُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ

{پھر اس کے لئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے}

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

{جس کا دل عشق کے ساتھ زندہ ہو وہ مرتا نہیں لہٰذا دنیا کی تاریخ پر ہمارا دوام پختہ ہے}

عشق الٰہی کے دلائل

ایک حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے۔

کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

(میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں لہٰذا خلوق کو پیدا کیا)

چنانچہ چاہت، محبت اور عشق ہی تخلیق کائنات کا سبب بنا۔

عشق شد ایجاد عالم را سبب
گوش کن احببت ان اعرف زرب

{عشق ہی ایجاد عالم کا سبب ہے پس تو رب کی بات پر کان لگا کہ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں}

دلیل 1 اللہ تعالیٰ کو مومنین سے محبت ہے اسی لئے ارشاد فرمایا۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا

(اللہ دوست ہے ایمان والوں کا)

حالانکہ بندے نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوا پس حق تو یہ بنتا تھا کہ کہا جاتا ایمان والے اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔مگر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ دوست ہے ایمان والوں کا۔اس عزت افزائی پر انسان کیوں نہ قربان جائے کہ اللہ تعالیٰ نے دوستی کی نسبت اپنی طرف کی۔

قرآن مجید میں ایک جگہ وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو پیدا کر دیگا۔

یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ

(اللہ تعالیٰ ان سے محبت کریگا اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرینگے)

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے تذکرے کو مقدم کیا ہے۔

دلیل 2 ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ

(بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے)

دستور یہ ہے عام آدمی اگر کوئی چیز خریدنا چاہے اور اسے پہلے سے پتہ بھی چل جائے کہ اس چیز میں کیا کیا عیب ہیں پھر بھی خرید لے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز اپنے نقائص کے باوجود اس آدمی کو اچھی لگی۔ اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا تو اسے اس کے عیوب کا پہلے سے پتہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ ''ضَعِیْفاً'' (کمزور) ''عَجُوْلاً'' (جلد باز) ''ھَلُوْعاً'' (جھگڑالو) ''مَنُوْعاً'' (منع کرنیوالا) اور ''جَزُوْعاً'' (جزع فزع کرنیوالا) ہے مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کے بدلے میں اسے خرید لیا۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں سے محبت کرتے ہیں جو ایمان والے ہوتے ہیں۔

دلیل 3 حضرت بایزید بسطامیؒ فرمایا کرتے تھے۔

المحبۃ استقلال الکثیر من نفسک و استکثار القلیل من حبیبک

(محبت یہ ہے کہ اپنی دی ہوئی زیادہ چیز کو تھوڑا سمجھنا اور محبوب کی عطا کردہ تھوڑی چیز کو زیادہ سمجھنا)

اس اصول کے مطابق اگر قرآن مجید میں غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اتنی نعمتوں سے نوازا ہے کہ ان نعمتوں کو شمار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا

(اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو نہیں کر سکتے)

مگر اتنا سب کچھ عطا فرمانے کے باوجود جب دنیا کا تذکرہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ (آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کی متاع تھوڑی ہے)

گویا اپنی طرف سے زیادہ دی ہوئی چیز کو تھوڑا کہا اور جب بندوں نے اپنے پروردگار کا ذکر کیا تو اگرچہ یہ ذکر محدود تھا مگر اس پر اللہ تعالیٰ نے کثیر کا لفظ استعمال کیا۔ فرمایا

وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْراً (کثرت سے ذکر کرنے والے)

تو یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مومنین سے محبت ہے۔

نتیجہ: جب اللہ تعالیٰ کو ایمان والوں سے محبت ہے تو اس محبت کا عکس مومنین کے دلوں پر اسی طرح پڑتا ہے کہ مومنین کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ

(ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے)

عشق الٰہی کے اثرات

عشق الٰہی کی برکات اتنی زیادہ ہیں کہ جس انسان کے دل میں یہ پیدا ہو جاتی ہیں اس کے سر سے لے کر پاؤں تک کو منور کر دیتی ہیں۔

چہرے میں تاثر

عاشق صادق کا چہرہ عشق الٰہی کے انوار سے منور ہوتا ہے عام لوگوں کی نظریں جب اس کے چہرے پر پڑتی ہیں تو ان کے دل کی گرہ کھل جاتی ہے۔

- **ایک مرتبہ** کچھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ دوسرے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا تو انہوں نے علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے چہرے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ چونکہ یہ مسلمان ہے لہٰذا ہم بھی مسلمان بن گئے ہیں۔
- حضرت مرشد عالمؒ ایک مرتبہ حرم شریف میں تھے کہ آپؒ کی نظر حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کے چہرے پر پڑی۔ آپؒ نے ان سے ملاقات کی اور پوچھا کہ قاری صاحب آپ نے ایسا نورانی چہرہ کیسے بنایا؟ انہوں نے مسکرا کے کہا یہ میں نے نہیں بنایا میرے شیخ نے بنایا ہے۔

حدیث پاک میں اللہ والوں کی پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ اَلَّذِیْنَ اِذَا رُاُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ (وہ لوگ جنہیں تم دیکھو تو اللہ یاد آئے) گویا اللہ والوں کے چہروں پر اتنے انوار ہوتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے۔ قرآن مجید میں صحابہ کرامؓ کے بارے میں ہے۔ سِيْمَا هُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے سجدے کے اثر سے) گویا سجدوں کی عبادتیں چہرے پرنور بنا کر سجادی جاتی ہیں۔

◉۔ بعض صحابہ کرامؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب نبی اکرم ﷺ کی طبیعت بہت زیادہ ناساز تھی اور حضرت ابوبکرؓ نماز کی امامت کروا رہے تھے تو ایک نماز کے بعد نبی اکرم ﷺ نے گھر کا دروازہ کھول کر مسجد میں دیکھا تو ہمیں آپ ﷺ کا چہرہ یوں لگا كَاَنَّهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ (جیسے وہ قرآن کا ورق ہو)۔ حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب غار ثور میں حضرت ابوبکرؓ اپنی گود میں نبی اکرم ﷺ کا سر مبارک لے کر بیٹھے تھے اور ان کے چہرہ انور کو دیکھ رہے تھے تو فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے تصور میں یوں لگتا ہے کہ اے ابوبکرؓ تیری گود رحل کی مانند ہے اور نبی اکرم ﷺ کا چہرہ انور قرآن کی مانند ہے اور اے ابوبکرؓ تو قاری ہے جو بیٹھا قرآن پڑھ رہا ہے۔

◉۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا کہ بایزید بسطامیؒ کے چہرے پر اتنا نور تھا کہ جو دیکھتا تھا اس کے دل کی گرہ کھل جاتی تھی۔ ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ ابوجہل نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو اس کے دل کی گرہ نہ کھلی تو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ بایزید بسطامیؒ کے چہرے کو دیکھ کر لوگوں کے دل کی گرہ کھل جاتی تھی۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا، ارے نامعقول ابوجہل نے نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھا ہی کب تھا؟ وہ شخص حیران ہو کر کہنے لگا کہ دیکھا کیوں

نہیں تھا؟ فرمایا ابوجہل نے محمدؐ بن عبداللہ کو دیکھا تھا اگر ایک مرتبہ بھی محمد رسول اللہ ﷺ سمجھ کر نگاہ ڈال لیتا تو ہدایت سے محروم نہ رہتا۔

◉۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ یہود کے بڑے عالم تھے۔ نبی اکرم ﷺ سے تین سوالات پوچھنے کی نیت سے آئے مگر چہرہ انور کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔ کسی نے پوچھا کہ آپ آئے تو کسی اور مقصد سے تھے یہ کیا ہوا۔ نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ واللہ ھذا الوجہ لیس وجہ الکذاب (اللہ کی قسم یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا)

تابعین حضرات میں سے بعض حکام نے اپنے لوگوں کو کفار کے پاس جزیہ وصول کرنے کے لئے بھیجا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پوچھا کہ کیا وجہ ہے ہمارے باپ دادا کو تو تم جزیہ دیتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں وہ لوگ آتے تھے تو ان کے کپڑے پھٹے پرانے، ان کے بال بکھرے ہوئے، آنکھوں میں رات کی عبادتوں کی وجہ سے سرخ ڈورے پڑے ہوئے ہوتے تھے مگر چہروں پر اتنا رعب ہوتا تھا کہ ہم آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ تم میں وہ اوصاف نہیں، جاؤ ہم تمہیں کچھ نہیں دے سکتے۔

نگاہ میں تاثیر

عاشق صادق کی نگاہ اتنی پر تاثیر ہوتی ہے کہ جہاں پڑتی ہے اپنا اثر چھوڑ جاتی ہے۔ بقول شخصے

؎ نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

◉۔ حضرت خواجہ غلام حسن سواگؒ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں میں سے تھے۔

ان کی خدمت میں کوئی کافر آتا اور یہ اس کی طرف نگاہ بھر کر دیکھتے تو وہ مسلمان ہو جاتا۔ ایسے کئی نوجوان ہندو مسلمان بن گئے ہندوؤں نے ان کے خلاف مقدمہ درج کردیا کہ یہ آدمی ہمارے نوجوانوں کو زبردستی مسلمان بناتا ہے۔ چنانچہ حضرتؒ کو عدالت میں طلب کیا گیا۔ آپ تشریف لے گئے اور پوچھا کہ مجھے کس وجہ سے بلایا گیا ہے۔ مجسٹریٹ نے کہا کہ آپ پر الزام یہ ہے کہ آپ ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بناتے ہے۔ حضرت خواجہؒ یہ سن کر بہت حیران ہوئے۔ پھر ایک طرف دعوی دائر کرنے والے ہندو کھڑے تھے ان کی طرف متوجہ ہو کر ایک سے پوچھا کہ ارے میاں کیا میں نے آپ کو مسلمان بنایا ہے؟ اس نے جواب میں کلمہ پڑھ دیا۔ پھر دوسرے کی تیسرے اور چوتھے کی طرف اشارہ کیا تو سب نے کلمہ پڑھ دیا۔ مجسٹریٹ خود ہندو تھا اس کو ڈر ہوا کہ کہیں میری طرف بھی اشارہ نہ کردیں۔ کہنے لگا بس بس بات سمجھ میں آ گئی۔ مقدمہ خارج کر کے آپ کو باعزت بری کیا جاتا ہے۔

◉۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے دہلی کی ایک مسجد میں اٹھارہ سال اعتکاف کی نیت سے گذارے۔ اسی دوران میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی مکمل کیا۔ جب مسجد سے باہر نکلے تو سامنے ایک کتے پر نظر پڑ گئی۔ اس کی یہ حالت ہوگئی کہ جذب طاری رہتا۔ دوسرے کتے اس کے پیچھے چلتے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ العین حق (نظر لگنا حق ہے) صحابہ کرامؓ میں سے بعض کو نظر لگی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے اتارنے کا طریقہ بتایا۔ سوچنے کی بات ہے کہ جس نظر میں حسد ہو کینہ ہو بغض ہو اگر وہ اثر کر سکتی ہے تو عشاق کی وہ نگاہ جس میں اخلاص ہو، رحمت ہو، شفقت ہو وہ اپنا اثر کیوں نہیں دکھا سکتی؟

زبان میں تاثیر

عاشق صادق کی زبان میں ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ ایک طرف تو اس سے نکلی ہوئی دعا اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول کر لی جاتی ہے۔ دوسری طرف ان کی بات مخلوق کے دل میں اترتی چلی جاتی ہے۔ عام انسان وہی بات کرے تو دوسرے پر اثر نہیں ہوتا مگر سوز عشق رکھنے والا اگر وہی بات کریگا تو دل کی گہرائیوں میں اترتی چلی جائے گی۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے صاحبزادے تحصیل علم سے فارغ ہو کر گھر آئے تو ایک محفل میں حضرت نے اسے فرمایا کہ بیٹا یہ سالکین کی جماعت تمہارے ساتھ بیٹھی ہے انہیں کچھ نصیحت کرو۔ صاحبزادے نے علوم و معارف سے بھرپور وعظ کیا مگر لوگ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ بالآخر حضرت نے فرمایا، فقیرو! کل ہم نے دودھ رکھا تھا کہ سحری کریں گے مگر بلی آئی اور اسے پی گئی۔ بس یہ بات سنتے ہی سب لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگ گئے۔ محفل کے اختتام پر گھر پہنچے تو حضرت نے صاحبزادے سے فرمایا کہ بیٹا تم نے اتنا اچھا بیان کیا مگر کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ میں نے عام بات کہی تو لوگوں پر گریہ طاری ہوگیا۔ صاحبزادے نے کہا ابا جان یہ تو آپ ہی سمجھا سکتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جب دل سوز عشق سے بھرا ہو تو زبان سے نکلی ہوئی ہر بات میں تاثیر ہوتی ہے۔

مٹی میں تاثیر

انسان تو پھر بھی گوشت پوست کا بنا ہوا دھڑکنے والا دل اپنے سینے میں رکھتا ہے۔عشق تو ایسی چیز ہے کہ مٹی میں مل جائے تو اسے یادگار بنا دیتا ہے۔تاج محل اور مسجد قرطبہ کس لئے مشہور و معروف ہیں، انہیں کس نے یادگار بنایا۔یہ مٹی کی بنی ہوئی عمارتیں تاریخ کی کتابوں کی زینت کیوں بنیں۔اس لئے کہ ان کی تعمیر میں عشق کا جذبہ شامل تھا۔

عشق نے آباد کر ڈالے ہیں دشت و کوہسار

رب کائنات کا فرمان ہے۔

وَ تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ

(ہم یہ ایام انسانوں کے درمیان اولتے بدلتے رہتے ہیں)

انسانی زندگی کے سمندر کا تلاطم حالات کی موجوں کے اتار چڑھاؤ سے وجود میں آتا ہے۔کبھی بہار ہے تو کبھی خزاں، کبھی وصل ہے تو کبھی جدائی، کبھی قرب ہے تو کبھی بعد، کبھی صحت ہے تو کبھی بیماری۔حالات کبھی ایک جیسے نہیں رہتے۔بقول علامہ اقبالؒ

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

پس بدلتے حالات کے پیش نظر عاشق کی کیفیات بھی متاثر ہوتی ہے۔لہٰذا کبھی اسے خوشی ہے تو کبھی غم، کبھی قبض ہے تو کبھی بسط، کبھی محبوب کی طرف سے لطف و کرم ہے تو کبھی قہر و عتاب، کبھی جوش جنوں تو کبھی بحر پرسکوں۔بقول شاعر

کبھی جوش جنوں ایسا کہ چھا جاتے ہیں صحرا پر
کبھی ذرے میں گم ہو کر اسے صحرا سمجھتے ہیں

تاہم یہ طے شدہ بات ہے کہ احوال و کیفیات جیسی بھی ہوں عاشق صادق ہر حال

میں اپنے محبوب سے راضی رہتا ہے۔ یہی سوچتا ہے کہ

لطف تجن دم بدم قہر تجن گاہ گاہ
ایں بھی تجن واہ واہ اوں بھی تجن واہ واہ

{محبوب کی عنایت تو ہر دم لیکن محبوب کی سختی کبھی کبھی' یہ بھی اے محبوب واہ واہ وہ بھی اے محبوب واہ واہ}

عشاق کی کیفیات

راہ عشق کے مختلف حالات میں عاشق کی مختلف کیفیات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

1 ۔ عاشق شوق وصل میں اسقدر تڑپتا ہے کہ کسی کروٹ چین اور اطمینان نہیں ہوتا۔ اس کا کام یاد دلبر میں لگے رہنا ہی ہوتا ہے۔

مجھ کو نہ اپنا ہوش نہ دنیا کا ہوش ہے
بیٹھا ہوں مست ہو کے تمہارے جمال میں
تاروں سے پوچھ لو میری روداد زندگی
راتوں کو جاگتا ہوں تمہارے خیال میں

2 ۔ جب اداسی غالب ہوتی ہے تو رونے دھونے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ رونا عشق کی شان بڑھاتا ہے اور روٹھے یار کو مناتا ہے۔

خود تو پردے میں ہیں اور ذوق نظر دیتے ہیں
اور بھی تیز میرے شوق کو کر دیتے ہیں
پہلے خود آگ لگا جاتے ہیں آ کر دل میں
پھر بجھانے کے لئے دیدہ تر دیتے ہیں

3 ۔ عاشق کی تمنا ہوتی ہے کہ محبوب اس کی طرف محبت بھری نگاہوں سے دیکھ لے وہ پروردگار عالم کی طرف سے رحمت کا منتظر ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ میرا کام فقط ایک نگاہ بلکہ نیم نگاہ پر موقوف ہے۔

خدارا سوئے مشتاقاں نگاہے
بیا پے گر نہ باشد گاہے گاہے
نگاہے کن کہ امید از کہ دارم
کہ دارم از تو امید نگاہے

{خدا کے لئے عاشقوں کی طرف ایک نظر ہی کر دیجئے چلو ہمیشہ نہ سہی کبھی کبھی ہی سہی۔ ایک نگاہ کر کہ جو امید میں رکھتا ہوں تجھی سے ایک نظر کی امید رکھتا ہوں}

4 ۔ وصل یار سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی۔ اس کے سوا ہر چیز فضول اور بے معنی نظر آتی ہے۔ اس کی خاطر وہ ہر چیز لٹانے کو تیار ہوتا ہے۔

بجز از وصل ہر چیزے فضول است
زصد دنیا مرا وصلے قبول است
زمن پرسی دخول جنتے چیست
وصال دوست در جنت دخول است

{وصل کے سوا ہر چیز فضول ہے سو دنیا کے بدلے ایک وصل قبول ہے مجھ سے تو پوچھتا ہے دخول جنت کیا ہے، دوست کی ملاقات ہی جنت میں داخلہ ہے}

5 ۔ اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت جس طرف ہو جاتی ہے وہیں بہار آ جاتی ہے۔ خزاں کا

موسم ان کے اعراض (بے پروائی) کا دوسرا نام ہے۔

ے یہ خزاں کی فصل کیا ہے فقط ان کی چشم پوشی
وہ اگر نگاہ کر دیں تو ابھی بہار آئے

6 - محبوب کی عنایت ہوتی ہے تو عاشق صادق روتا ہے۔ یہ غم کے آنسو نہیں ہوتے بلکہ خوشی کے آنسو ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ محبت کی خوشیاں اور محبت کا ماتم آنسوؤں سے بھی کیا جاتا ہے۔ انسان کا دل تو پھر بھی گوشت کا بنا ہوتا ہے محبوب کی نظر تو پتھر میں بھی اثر کر دیتی ہے۔

حسینے کرد سوئے من نگاہے
نمی دارم دگر کارے جز آہے
گناہم چیست قلب من لحم است
نگاہ او کند در سنگ راہے

{ایک حسین نے میری طرف نگاہ کی بس اب میرا کام آہیں بھرنا ہی رہ گیا۔ میرا گناہ کیا ہے میرا دل گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، اس کی نگاہ تو پتھر میں سوراخ کر ڈالتی ہے}

7 - ہجر کی کیفیت میں عاشق کا دل پارہ پارہ ہوتا ہے۔ عاشق صادق کو ہجر کی حالت میں کسی طرح بھی آرام نہیں آتا۔

دل ما دلبرا دیوانہ تست
بیا بے فکر خانہ خاصہ تست
تو از شہد و شکر مارا لذیذی
دل اندر ہجر دانہ دانہ تست

{اے محبوب ہمارا دل تیرا دیوانہ ہے، بے فکر ہو کر گھر میں آ جا یہ تیرا ہی گھر ہے۔ تو شہد اور شکر سے مجھے زیادہ لذیذ ہے۔ دل تیری جدائی میں ریزہ ریزہ ہے اور یہ ریزہ بھی تیرا ہی ہے}

8 - دنیا کی کوئی چیز اس کا دل نہیں لبھاتی اور نہ وہ کسی چیز کو خاطر میں لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے وصل کے سامنے ذلیل دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

ے شوق ماہ رویاں دل کبابم
رود عمرے دریں کار ثوابم
ے خواب اندر نجاست جاہ و مال است
نہ عاشق بر نجاست چوں ذبابم

{حسینوں کے شوق میں میرا دل کباب ہے، میری عمر کار ثواب میں گزر رہی ہے۔ خواب میں نجاست دیکھنا جاہ و مال ہے۔ میں مکھی کی طرح نجاست پر عاشق نہیں ہوں}

9 - اگر کوئی شخص اس عاشق صادق کو نصیحت کرتا ہے کہ عشق میں دیوانگی اچھی بات نہیں تو یہ اسے اپنا دشمن سمجھتا ہے۔

میں اسے سمجھوں ہوں دشمن جو مجھے سمجھائے ہے

بلکہ اس کا جی چاہتا ہے کہ یہ نصیحتیں کرنے والا اگر میرے محبوب حقیقی کے حسن جمال کا ایک جلوہ دیکھ لیتا تو یہ بھی میری طرح دیوانہ بن جاتا۔

مرا طعنہ دہد واعظ بعشقت
تو یک بارے بسوئے او نظر کن
ورا مانند ما دیوانہ گرداں
تکبر از دماغ او بدر کن

{واعظ مجھے تیرے عشق کے طعنے دیتا ہے۔ اے محبوب تو ایک نظر اس پر بھی ذرا ڈال دے۔ اسے بھی میری طرح اپنا دیوانہ بنالے اور اس کے دماغ سے تکبر کو دور کر دے۔ چلا سی ہجر میں سونا حرام ہے لہٰذا تو ہجر کی رات کو فریاد کرتے کرتے صبح کر دے}

دوستاں منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم
باید اول بتو گفتن کہ چنیں خوب چرائی

{مجھے دوست منع کرتے ہیں کہ میں نے تجھے دل کیوں دیا ہے حالانکہ انہیں پہلے تجھے کہنا چاہیے تھا کہ تو اتنا حسین کیوں ہے}

10 - عاشق صادق کے لئے اپنے اور پرائے کی پہچان کا معیار اس کا محبوب ہوتا ہے۔ اگر اس کا دشمن بھی اس کے محبوب سے محبت کرے تو یہ اسے اپنا دوست سمجھتا ہے اور اگر اس کا دوست اس کے محبوب حقیقی سے بیگانہ ہے تو یہ اسے پرایا سمجھتا ہے۔

سودائے تو اندر دل دیوانہ ماست
ہر جا کہ حدیث تست افسانہ ماست
بیگانہ کہ از تو گفت آں خویش من است
خویش کہ نہ ازہ تو گفت بیگانہ ماست

{تیرا عشق ہمارے دیوانے دل میں یوں ہے جہاں تیری بات چلی ہمارا افسانہ بن گیا' جو اجنبی تیرے بارے میں بات کرے وہ میرا اپنا ہے جو میرے تعلق والا تیری بات نہ کرے وہ ہمارا بیگانہ ہے}

11 - عاشق کو محبوب کی یاد سے راحت ملتی ہے۔ محبوب کا نام بار بار لینے سے اسکے دل کو سکون ملتا ہے۔

کتنی تسکین ہے وابستہ ترے نام کے ساتھ
نیند کانٹوں پہ بھی آجاتی ہے آرام کے ساتھ

12 . عاشق یہ تصور بھی نہیں کرسکتا کہ وہ محبوب کی یاد کے بغیر زندگی کے چند لمحے گزارے۔ اسے جاگنے کی حالت میں خیال یار اور سونے کی حالت میں محبوب کے خواب نظر آتے ہیں۔

بزم انجم میں قبا خاک کی پہنی ہم نے
بس مری ساری فضیلت اسی پوشاک سے ہے
خواب میں بھی تجھے بھولوں تو روا رکھ مجھ سے
وہ رویہ جو ہوا کا خس و خاشاک سے ہے

13 - عشق الٰہی ایک ایسی شراب ہے کہ جس کے جام پہ جام پی کر بھی نہ تو عاشق سیر ہوتا ہے اور نہ ہی شراب ختم ہوتی ہے۔

اَمُوْتُ اِذَا ذَكَرْتُكَ ثُمَّ اَحْيٰى
وَلَوْلَا مَاءُ وَصْلِكَ مَا حَيِيْتُ
فَاَحْيٰى بَاطِنِیْ وَ اَمُوْتُ شَوْقًا
فَكَمْ اَحْيٰى عَلَيْكَ وَكَمْ اَمُوْتُ
شَرِبْتُ الْحُبَّ كَاْسًا بَعْدَ كَاْسٍ
فَمَا نَفِدَ الشَّرَابُ وَلَا رَوِيْتُ

{جب میں تجھے یاد کرتا ہوں مر جاتا ہوں اور پھر زندہ ہوتا ہوں، اگر تیرے وصل کا آب حیات نہ ہوتا تو میں زندہ نہ ہوتا۔ میں روحانی طور پر زندہ ہوتا ہوں اور شوق میں مر جاتا ہوں، کتنی مرتبہ زندہ ہوتا ہوں اور کتنی مرتبہ مرتا ہوں۔ میں نے محبت کی شراب کا پیالے پہ پیالہ پیا ہے مگر نہ

شراب سے آفاقہ ہوا نہ دید سے}

14 - عاشق کے دل میں محبوب کا نام اور عاشق کی آنکھوں میں محبوب کا تصور رہتا ہے پس اس کا دل اور اسکی آنکھیں محبوب کے لئے بے قرار ہوتی ہیں۔

لِیْ حَبِیْبٌ خَیَالُہٗ نُصْبُ عَیْنِیْ
وَ اسْمُہٗ فِیْ ضَمَائِرِیْ مَکْنُوْنٌ
اِنْ تَذَکَّرْتُہٗ فَکُلِّیْ قُلُوْبٌ
وَ اِنْ تَأَمَّلْتُہٗ فَکُلِّیْ عُیُوْنٌ

{میرا ایک دوست ہے جس کا خیال میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ اور اس کا نام میرے دل میں چھپا ہوا ہے۔ اگر اسے یاد کروں تو میرا سارا جسم دل بن جاتا ہے اور اگر میں اسے دیکھوں تو سارا جسم آنکھیں بن جاتا ہے}

15 - جب عاشق صادق کو یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسکی آہ محبوب تک پہنچ رہی ہے تو اس سے اس کے دل کو تسلی مل جاتی ہے۔

؎ عاشقاں را ایں بود آرام جاں
کہ رساند آہ راہ تا آسمان

{عاشقوں کے دل کا آرام اس سے ہوتا ہے کہ آہ کو آسمان تک پہنچا دیتے ہیں}

16 - یہ بھی عجیب بات ہے کہ جس طرح دنیا کے فاصلے قدموں کے ذریعے چل کر طے کئے جاتے ہیں اس طرح باطنی دنیا کے فاصلے آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی گرا کر طے کئے جاتے ہیں۔

؎ ساری چمک دمک تو انہی موتیوں سے ہے
آنسو نہ ہوں تو عشق میں کچھ آبرو نہیں

17 - عاشق کی حالت کس قدر قابل رحم ہوتی ہے کہ جدائی ہو تو بھی وصل کے شوق میں رونا اور اگر وصل ہو تو احساس تشکر میں رونا شاید عشق اور رونے میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

عاشق دا کم رونا دھونا تے بن رووں نہیں منظوری
دل رووے بھاویں اکھیاں رووں تے وچ عشق دے رون ضروری
کئی تے رووں دید دی خاطر تے کئی روندے وچ حضوری
تے اعظم عشق وچ رونا پیندا بھاویں وصل ہووے بھاویں دوری

{عاشق کا کام رونا دھونا ہے روئے بغیر منظوری نہیں ہے۔ دل روئے یا آنکھیں روئیں عشق میں رونا ضروری ہے۔ کچھ دیدار کے لئے روتے ہیں اور کچھ حاضری میں بھی روتے ہیں۔ اعظم عشق میں رونا ہی پڑتا ہے خواہ قرب ہو خواہ دوری}

18 - جب آنکھیں محبوب کی متلاشی ہوں اور دل محبت سے لبریز ہو تو زبان پر بھی اسی کے فسانے رہتے ہیں۔ ایسے میں محبوب کیسے اوجھل ہو سکتا ہے۔

؎ خَیَالُکَ فِیْ عَیْنِیْ وَ ذِکْرُکَ فِیْ فَمِیْ
وَ مَثْوَاکَ فِیْ قَلْبِیْ فَاَیْنَ تَغِیْبُ

{تیرا تصور میری آنکھوں میں اور تیرا ذکر میرے منہ میں اور تیرا ٹھکانہ میرے دل میں تو کہاں غائب ہوگا}

19 - جب سورج نکلتا ہے محبوب کی یاد دلاتا ہے جب غروب ہوتا ہے تو محبوب کی یاد دلاتا ہے۔ عاشق دوستوں کی محفل میں بیٹھتا ہے تو محبوب کے تذکرے اور اگر اسے محبوب کی طرف سے ملاقات کا پیغام ملے تو سر اور آنکھوں کے بل چل کے جانے کے

لئے تیار۔

وَاللّٰهِ مَا طَلَعَتْ شَمْسٌ وَ لَا غَرَبَتْ
اِلَّا وَ اَنْتَ فِیْ قَلْبِیْ وَ وَسْوَاسِیْ
وَ لَا ذَكَرْتُكَ مَحْزُوْنًا وَ لَا طَرِبًا
اِلَّا وَ حُبُّكَ مَقْرُوْنٌ بِاَنْفَاسِیْ
وَ لَا هَمَمْتُ بِشُرْبِ الْمَاءِ مِنْ عَطَشٍ
اِلَّا رَاَیْتُ خَیَالًا مِنْكَ فِی الْكَاْسِ
فَلَوْ قَدَرْتُ عَلَی الْاِتْیَانِ زُرْتُكُمْ
سَحْبًا عَلَی الْوَجْهِ اَوْ مَشْیًا عَلَی الرَّاْسِ

{اللہ کی قسم سورج نکلا اور نہ غروب ہوا مگر تو میرے دل اور میرے خیالات میں تھا۔ میں کسی قوم میں گفتگو کے لئے نہ بیٹھا مگر میری مجلس والوں میں تو ہی میری گفتگو تھا۔ میں نے تجھے غمی یا خوشی میں یاد نہ کیا مگر تیری محبت میری سانسوں میں ملی ہوئی تھی۔ میں نے پیاس سے پانی پینے کا ارادہ نہ کیا مگر تیرا خیال پیالے میں دیکھا۔ اگر میں آنے کی طاقت رکھتا اور میں چہرے کے بل گھسٹ کر یا سر کے بل چل کر تیری ملاقات کو آتا}

20۔ عام لوگ تو عبادات میں یہ پہلو بھی سامنے رکھتے ہیں کہ اس عمل کو کرنے پر اتنا اجر اور اس عمل کو کرنے پر اتنا اجر ملے گا۔ گو یہ بھی ایک کیفیت ہے مگر عاشق کا حال تو انوکھا ہوتا ہے کہ وہ فقط محبوب کی رضا کے لئے ہر کام کرتا ہے۔ بقول حضرت نثار احمد فتحی

بندگی سے ہمیں تو مطلب ہے
ہم ثواب و عذاب کیا جانیں

کس میں کتنا ثواب ملتا ہے
عشق والے حساب کیا جانیں

21۔ ارشاد باری تعالٰی ہے كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ (ہر دن میں اس کے لئے نئی شان ہے)۔ جب جمال یار کا ہر دن نیا جلوہ اور نیا انداز ہوتا ہے تو عاشق صادق کے دل میں بھی ہر دن محبت کا نیا جذبہ اور نیا ابال ہوتا ہے۔ نہ اللہ تعالٰی کے حسن و جمال کی کوئی انتہا اور نہ عاشق کے شوق کی کوئی انتہا۔ ایسے میں غیر کی طرف میلان ممکن ہی نہیں رہتا۔ حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

ہور کہانی مول نہ بھائیں
الف لئم دل کھس وے میاں جی
'ب' 'ت' دی مکیوں لوڑ نہ کائی
الف کیتم بے وس وے میاں جی
ذکر اللہ دا چرخہ چلاویں
ہی شابس شابس وے میاں جی
جیندیاں مردیاں یار دی رہساں
وسری ہور ہوس وے میاں جی
رانجھن میڈا میں رانجھن دی
روز ازل دی ہس وے میاں جی
عشقوں مول فرید نہ پھر سوں
روز نویں ہم چس وے میاں جی

{اور کوئی کہانی مجھے اچھی نہیں لگتی۔ میاں جی الف نے میرا دل چھین لیا ہے

مجھے ب ت کی ضرورت نہیں ہے۔ الف نے مجھے بے بس کر دیا ہے۔ ذکر اللہ کی ضربیں لگاتے رہنا اس سے تجھے شاباش ملے گی۔ جیتے مرتے میں اپنے یار کی رہوں گی۔ اس کے علاوہ مجھے ہر قسم کی ہوس بھول چکی ہے۔ روز ازل سے وہ میرا یار ہے اور میں اس کی یار ہوں۔ اے فرید! میں عشق الٰہی سے ہرگز پیچھے نہیں ہٹوں گا کیونکہ مجھے تو ہر روز نیا مزہ آتا ہے}

ایک دوسری جگہ محبت الٰہی میں عجیب اشعار کہے ہیں۔

میڈا عشق وی تو میڈا یار وی توں　　میڈا دین وی تو ایمان وی توں
میڈا جسم وی تو میڈا روح وی توں　　میڈا قلب وی توں جند جاں وی توں
میڈا کعبہ قبلہ مسجد منبر　　مصحف تے قرآن وی توں
میڈے فرض فریضے حج زکوتاں　　صوم صلوٰۃ اذان وی توں
میڈا ذکر وی توں میڈا فکر وی توں　　میڈا ذوق وی توں وجدان وی توں
میڈا سانول مٹھڑا شام سلونڑاں　　من موہن جانان وی توں
میڈی آس امید تے کھٹیا وٹیا　　میڈا تکیہ مان تران وی توں
میڈا دھرم وی توں میڈا بھرم وی توں　　میڈا شرم وی توں میڈا شان وی توں
میڈا دکھ سکھ رون کھلن وی توں　　میڈا درد وی توں درمان وی توں
میڈا خوشیاں دا اسباب وی توں　　میڈے سولاں دا سامان وی توں
میڈا حسن تے بھاگ سہاگ وی توں　　میڈا بخت تے نام نشان وی توں
میڈے ٹھنڈڑے ساہ تے مونجھ منجاری　　انجواں دا طوفان وی توں
میڈی مہندی کجل مساگ وی توں　　میڈی سرخی بیڑا پان وی توں
میڈا بادل برکھا کھمڑیاں گاجاں　　میڈی بارش تے باران وی توں

جے یار فرید قبول کرے　　سرکار وی توں سلطان وی توں

{میرا عشق بھی تو میرا یار بھی تو، میرا دین بھی تو میرا ایمان بھی تو، میرا جسم بھی تو میری روح بھی تو، میرا دل بھی تو میری جان بھی تو، میرا کعبہ قبلہ مسجد منبر، مصحف اور قرآن بھی تو، میرے فرض فریضے حج زکوۃ، نماز روزہ اذان بھی تو، میرا ذکر بھی تو میرا فکر بھی تو، میرا ذوق بھی تو میرا وجدان بھی تو، میرا محبوب میٹھا پیارا دلکش محبوب بھی تو، میرا سہارا اور امیدوں کا آخری بھروسہ تو ہے۔ میرا دین ایمان بھی تو میری عزت بھی تو، میری شرم بھی تو میری شان بھی تو، میرا دکھ سکھ رونا ہنسنا بھی تو ہے۔ میرا درد بھی تو دوائی بھی تو ہے، میری خوشیوں کا اسباب بھی تو ہے، میری سہولتوں کا سامان بھی تو ہے، میرا حسن جوانی اور سہاگ بھی تو ہے، میرا نصیب اور نام نشان بھی تو ہے میرے ٹھنڈے سانس اور اداسی بھی تو ہے، میرے آنسوؤں کا طوفان بھی تو ہے، میری مہندی کا جل داتن بھی تو ہے، میری سرخی بیڑا پان بھی تو ہے میرا بادل برسات گرج چمک، میری بارش اور مینہ بھی تو ہے، اے فرید! اگر یار قبول کرلے تو سرکار بھی تو ہے بادشاہ بھی تو ہے}

22 . عاشق کی تمنا ہوتی ہے کہ اسے محبوب کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لئے خلوت میسر آجائے۔ اس کے لئے رات کے اندھیرے سے بہتر کوئی اور وقت نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے تہجد کے وقت اٹھنا اور مناجات کی لذت لینا اور آہوں اور سسکیوں سے یار کا منانا عاشق کا معمول ہوتا ہے۔

اٹھ فریدا ستیا تے جھاڑو دے مسیت
توں ستا تیرا رب جاگدا تیری کینویں نبھے پریت

{اے سوئے ہوئے فرید اٹھ کر مسجد میں جھاڑو دے۔ تو سویا ہے رب جاگتا ہے، تیری دوستی کیسے نبھے گی}

23 -رات کی عبادتوں کے باوجود عاشق صادق یہ سمجھتا ہے کہ مجھے جو کچھ کرنا چاہئے تھا وہ نہیں کر پایا۔ رات کو تو کتے بھی جاگ کر اپنے مالک کے گھر کا پہرہ دیتے ہیں۔ میں اگر جاگا تو کون سا کمال کیا۔

راتیں جاگیں تے شیخ سداویں
راتیں جاگن کتے تیں تو اتے
رکھا سکھا ٹکڑا کھا کے
دنیں جا رکھاں وچ ستے تیں توں اتے
در مالک دا مول نہ چھوڑن
بھانویں مارے سو سو جتے تیں تو اتے
توں نا شکرا اتے پلنگاں
تے او شاکر روڑیاں اتے تیں تو اتے
اٹھ بلھیا تو یار منالے
نہیں تے بازی لے گئے کتے تیں تو اتے

{تو رات کو جاگ کر شیخ کہلاتا ہے کتے راتوں کو جاگتے ہیں تجھ سے اچھے، روکھا سوکھا کھا کر دن کو درختوں کے نیچے سوئے رہتے ہیں، تجھ سے اچھے ہیں۔ مالک چاہے سو جوتے مارے وہ اس کا در نہیں چھوڑتے۔ تم بستروں پر بیٹھ کر ناشکری کرتے ہو جب کہ وہ روڑیوں پر بھی شکر کرتے

ہیں۔ بلھیا! اٹھ اور یار منالے ورنہ کتے تجھ سے بازی لے جائیں گے}

ایک اور شاعر نے اسی مضمون کو دوسرے الفاظ میں پیش کیا ہے۔

رات دا جاگن ایہہ نہ سمجھیں مل گئی ہے اولیائی
رات نوں کتے جاگ جاگ کے پہرہ دیندے بھائی
اوہ ہک ٹکڑے بدکے جاگن تو لکھ نعمت کھائی
کتے تیں توں لے گئے بازی منہ گریبان پا فقیرا
مٹ مٹ کے مٹ جا فقیرا مٹ مٹ کے مٹ جا

{رات کے جاگنے سے یہ نہ سمجھ لینا کہ تجھے ولایت مل گئی۔ بھائی رات کو کتے جاگ جاگ کر پہرہ دیتے ہیں۔ وہ ایک ٹکڑے کے بدلے جاگتے ہیں اور تو نے ہزار نعمت پائی ہے۔ کتے تجھ سے بازی لے گئے، اے فقیر! گریبان میں منہ ڈال، مٹ مٹ کے مٹ جا فقیرا مٹ مٹ کے مٹ جا}

24 عشاق تو محبوب کی طرف سے دیئے گئے غم کو خوشی سے بھی بہتر جانتے ہیں۔

ترا غم بھی مجھ کو عزیز ہے
کہ وہ تیری دی ہوئی چیز ہے

جتنا محبوب کی طرف سے عتاب ہوتا ہے اتنا ہی ان کا جنون عشق بڑھتا ہے۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

{دشمن کو یہ شرف نصیب نہ ہو کہ تیری تلوار سے ہلاک ہو۔ دوستوں کے سر سلامت رہیں تا کہ تو خنجر آزمائے}

بعض اوقات تو حالت جذب میں ھل من مزید کے نعرے لگاتا ہے۔

ہوا جو تیر نظر نیم کش تو کیا حاصل
مزہ تو جب ہے کہ سینے کے آر پار چلے

25 ۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ جب محبوب کی نظر عنایت ہوتی ہے تو پھر بہار کا سماں ہوتا ہے۔ ایسے میں تو ہر شخص اپنے ہوش گم کر بیٹھے۔

مستوں پہ انگلیاں نہ اٹھاؤ بہار میں
دیکھو تو ہوش بھی ہے کسی ہوشیار میں

26 ۔ عاشق کو محبوب کی باتیں کرنا اتنا اچھا لگتا ہے کہ اس کا دل چاہتا ہے۔

ہوتی رہے ثنا تیرے حسن و جمال کی

اگر اسے کوئی ایسا دوست مل جائے جو سوز دل سے آشنا ہو بس پھر تو کیا کہنے۔ دونوں کا وقت خوب گزرتا ہے۔

قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو
خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

27 ۔ جب محبوب کے تذکرے سے عشق کے جنون کو ہوا ملتی ہے تو عاشق کا دل چاہتا ہے کہ محبوب کی زیارت کرے۔ بقول سچل سرمست

گھنڈ کھول دیدار دکھا
ہُن آیا مکھ ویکھن نوں

(نقاب کھول کر دیدار کراؤ میں چہرہ دیکھنے آیا ہوں)

ایسے میں محبوب کے کوچہ سے آنے والی ہوا بھی نسیم سحری سے کم نہیں ہوتی۔

جاں فزا تھی کس قدر یا رب ہوائے کوئے دوست
بس گئی جس سے مشام آرزو میں بوئے دوست

28 عاشق اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے اسی کشمکش میں زندگی گزر جاتی ہے

ہے شوق و ضبط شوق میں دن رات کشمکش
دل مجھ کو میں ہوں دل کو پریشاں کیے ہوئے

عشاق کے حالات

حضرت ابراہیمؑ کا انمول واقعہ:

ایک مرتبہ حضرت ابراہیمؑ اپنی بکریوں کا ریوڑ چرا رہے تھے کہ ایک آدمی قریب سے گزرا، گزرتے ہوئے اس نے اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ الفاظ ذرا بلند آواز سے کہے۔

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْعَظْمَۃِ وَالْھَیْبَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ

(پاک ہے وہ زمین کی بادشاہی اور آسمان کی بادشاہی والا۔ پاک ہے وہ عزت بزرگی ہیبت اور قدرت والا اور بڑائی والا اور دبدبے والا)

حضرت ابراہیمؑ نے جب اپنے محبوب حقیقی کی تعریف اتنے پیارے الفاظ میں سنی تو دل مچل اٹھا۔ فرمایا کہ اے بھائی! یہ الفاظ ذرا ایک مرتبہ اور کہہ دینا۔ اس نے کہا کہ مجھے اس کے بدلے میں کیا دیں گے۔ آپ نے فرمایا آدھا ریوڑ۔ اس نے یہ الفاظ دوبارہ کہہ دیئے۔ آپ کو اتنا مزا آیا کہ بے قرار ہو کر فرمایا کہ اے بھائی! یہ الفاظ ایک مرتبہ پھر کہہ دیجئے۔ اس نے کہا اب مجھے اس کے بدلے کیا دیں گے۔ فرمایا بقیہ آدھا ریوڑ۔ اس نے یہ الفاظ سہ بارہ کہہ دیئے۔ آپ کو اتنا سرور ملا کہ بے ساختہ کہا کہ اے بھائی! یہ الفاظ ایک مرتبہ اور کہہ دیجئے۔ اس نے کہا اب تو آپ کے پاس دینے کے لئے کچھ نہیں

اب آپ کیا دیں گے۔ آپ نے فرمایا اے بھائی! میں تیری بکریاں چرایا کروں گا تم ایک مرتبہ میرے محبوب کی تعریف اور کردو۔ اس نے کہا، حضرت ابراہیم خلیل اللہ! آپ کو مبارک ہو میں تو فرشتہ ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ جاؤ اور میرے خلیل کے سامنے میرا نام لو اور دیکھو کہ وہ میرے نام کے کیا دام لگاتا ہے۔ سبحان اللہ

اک دم بھی محبت چھپ نہ سکی
جب تیرا کسی نے نام لیا

ابلتے تیل میں کباب بننا:

ایک مرتبہ دو تابعینؒ کسی جہاد میں دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ فوجیوں نے انہیں اپنے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتا تھا جب اس نے ان دونوں حضرات کے چہروں کو دیکھا تو ان پر جوانمردی اور شجاعت کے نمایاں اثرات دیکھے۔ اس کا جی چاہا کہ ان دونوں کو قتل کرنے کی بجائے میں ان کو اپنے دین پر آمادہ کرلوں تو یہ میری فوج کے سپہ سالار بن سکتے ہیں۔ چنانچہ اس نے دونوں حضرات کو سبز باغ دکھائے کہ اگر تم ہمارے دین کو قبول کرلو تو تمہیں زندگی کی ہر آسائش اور سہولت مہیا کردی جائے گی۔ جس خوبصورت لڑکی سے چاہیں گے شادی کردی جائے گی۔ مزید برآں فوج میں اعلیٰ عہدہ پر تعینات کردیا جائیگا۔ ان حضرات نے کہا کہ یہ فانی دنیا کی چیزیں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ ہم اپنے دین سے ہرگز ہرگز نہیں پھریں گے۔ بادشاہ نے جب دیکھا کہ اس طرح تو دال گلتی نظر نہیں آتی تو اس نے ذرا دھمکاؤ کا حربہ آزمایا اور کہا کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو تمہیں ابلتے تیل میں ڈال کر بھون دیا جائے گا۔ ان حضرات نے فرمایا "فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ" (تو کر جو کرسکتا ہے) اس نے حکم دیا کہ ایک لوہے کے بڑے کڑاہ میں تیل کو گرم کیا

جائے۔ تھوڑی دیر میں آگ بھڑکا کر تیل کو خوب ابال دیا گیا۔ بادشاہ نے دونوں سے آخری مرتبہ پوچھا کہ تم اپنا دین بدل لو تو تمہیں آزاد کردیا جائے گا اگر نہیں تو پھر اس تیل میں جل کر کباب بننا پڑے گا۔ انہوں نے واضح الفاظ میں انکار کیا تو بادشاہ کے اشارے پر ان دونوں میں سے ایک کو اٹھا کر ابلتے تیل میں ڈال دیا گیا۔ بس چشم زدن میں چند بخارات اٹھے اور وہ کباب بن گئے۔ بادشاہ نے دوسرے تابعی کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔

بادشاہ سمجھا کہ یہ خوفزدہ ہوگیا ہے اب شاید اپنا دین بدل لے۔ چنانچہ اس نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہا کہ تمہارے ساتھی نے میری بات نہیں مانی تو دیکھو اس کا انجام کیا ہوا۔ اب تم اگر میری بات مان لو تو تمہیں تیل میں نہیں ڈالا جائے گا۔ وہ تابعی فرمانے لگے او بدبخت کیا تو سمجھتا ہے کہ میں موت سے گھبرا رہا ہوں، ہرگز ہرگز ایسا نہیں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ پھر تم روئے کیوں۔ تابعی نے جواب دیا کہ مجھے یہ خیال آیا تھا کہ میری ایک جان ہے تم مجھے تیل میں ڈال دو گے تو یہ ختم ہوجائے گی۔ اے کاش کہ میرے بدن پر جتنے بال ہیں میری اتنی جانیں ہوتیں تو مجھے اتنی بار تیل میں ڈلواتا اور میں اتنی جانوں کا نذرانہ اپنے اللہ کے سپرد کردیتا۔

رہ یار ہم نے قدم قدم تمہیں داستان بنا دیا
جو رکے تو کوہ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گذر گئے

ایک بوڑھا عاشق:

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک بوڑھے کو دیکھا جو تنہائی میں بیٹھا اللہ تعالیٰ سے محوِ گفتگو تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ الفاظ سنے "اے اللہ! میں نے سنا ہے کہ تیری بیوی نہیں، بچے نہیں۔

اے اللہ! اگر تو میرے پاس آ جائے تو میں خوب خدمت کروں گا، کھانا پیش کروں گا، کپڑے دھو کر دوں گا، تجھے دہی کھلاؤں گا، مکھن کھلاؤں گا، ہائے تو بیمار ہوتا ہوگا تو دوا کون کرتا ہوگا؟ حضرت موسیٰؑ نے اس بوڑھے کو سمجھایا کہ اس طرح کے الفاظ کہنا تو بے ادبی اور گستاخی ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے۔ وہ بوڑھا خوف زدہ ہو گیا اور رو رو کر معافی مانگنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی طرف وحی نازل فرمائی اے میرے پیارے پیغمبرؑ! میں نے آپ کو جوڑنے کے لئے بھیجا تھا توڑنے کے لئے تو نہیں بھیجا تھا۔

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

{تو ملانے کے لئے آیا ہے نہ کہ تو جدا کرنے کے لئے آیا ہے}

حضرت شبلیؒ کے واقعات:

عباسی دور خلافت میں اسلامی حکومت کی وسعتیں لاکھوں مربع میل کے علاقے تک پھیل چکی تھیں۔ مختلف علاقوں کے گورنر اپنے اپنے وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے حکومتی نظم و نسق چلا رہے تھے۔ اکثر اطراف و جوانب سے عدل و انصاف کی خبریں مل رہی تھیں تاہم چند علاقوں کے حالات مزید بہتر بنانے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی خلیفۂ وقت نے سوچا کہ تمام گورنر حضرات کو مرکز میں طلب کیا جائے اور اچھی کارکردگی دکھانے والوں کو انعام و اکرام سے نوازا جائے تاکہ دوسروں کو بھی اصلاحِ احوال کی ترغیب ہو۔ چنانچہ فرمان شاہی چند دنوں میں ہر علاقے میں پہنچ گیا کہ فلاں دن سب گورنر حضرات مرکز میں اکٹھے ہوں بالآخر وہ دن آن پہنچا جس کے لئے گورنر حضرات ہزاروں میل کا سفر طے کر کے آئے تھے۔ خلیفۂ وقت نے ایک خصوصی

نشست میں سب کو جمع کیا بعض اچھی کارکردگی دکھانے والوں کو خصوصی لطف و کرم سے نوازا اور بقیہ سب حضرات کو نصیحتیں کیں۔ محفل کے اختتام پر خلیفہ نے سب حضرات کو اپنی طرف سے خلعت عطا کی اور اگلے دن خصوصی دعوت کا اہتمام کیا سب کھانوں اور لذیذ پھلوں کی ضیافت سے لطف اندوز ہوئے۔ کھانے کے بعد تبادلہ خیالات اور گزارش احوال واقعی کی محفل گرم ہوئی سب لوگ انتہائی خوش تھے۔ خلیفہ وقت کی خوشی بھی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ عین اسی وقت ایک گورنر کو چھینک آ رہی تھی وہ اسے اپنی قوت سے دبا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کشمکش کے بعد گورنر کو دو تین چھینکیں اکٹھی آئیں تھوڑی دیر کے لئے محفل کا ماحول تبدیل ہوا۔ سب لوگوں نے اس کی طرف دیکھا چھینک آنا ایک طبعی امر ہے مگر جس گورنر کو چھینک آئی وہ تنگی محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ اس کی ناک سے کچھ مواد نکل آیا تھا۔ جب سب لوگ خلیفہ کی طرف متوجہ ہوئے تو اس گورنر نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اپنی خلعت کے ایک کونے سے ناک کو صاف کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ عین لمحے خلیفۂ وقت اس گورنر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی عطا کردہ خلعت کے ساتھ ناک سے نکلے ہوئے مواد کو صاف کیا گیا ہے تو اس کے غصے کی انتہاء نہ رہی خلیفہ نے گورنر کو سخت سرزنش کی کہ تم نے خلعت شاہی کی بے قدری کی اور سب لوگوں کے سامنے اس سے خلعت واپس لے لی اور اسے دربار سے باہر نکلوا دیا۔ مجلس کی خوشیاں خاک میں مل گئیں اور سب گورنر حضرات پریشان ہو گئے کہ کہیں ان کا حشر بھی اس جیسا نہ ہو۔ وزیر باتدبیر نے حالات کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے خلیفہ وقت سے کہا کہ آپ محفل برخاست کر دیں چنانچہ محفل ختم ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ سب گورنر حضرات اپنی رہائش گاہوں کی طرف لوٹ گئے دربار میں خلیفہ اور وزیر باقی رہ گئے۔ تھوڑی دیر دونوں حضرات خاموش رہے اور اس ناپسندیدہ واقعے پر متاسف تھے۔

تھوڑی دیر بعد دربان نے آکر اطلاع دی کہ نہاوند کے علاقے کا گورنر شرف باریابی چاہتا ہے خلیفہ نے اندر آنے کی اجازت دی گورنر نے اندر آکر سلام کیا اور پوچھا کہ چھینک آنا اختیاری امر ہے یا غیر اختیاری امر ہے؟ خلیفہ نے سوال کی نزاکت کو بھانپ لیا اور کہا کہ تمہیں ایسا پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ جاؤ اپنا کام کرو۔ گورنر نے دوسرا سوال پوچھا کہ جس آدمی نے خلعت سے ناک صاف کی اس کی سزا یہی لازمی تھی کہ بھرے دربار میں ذلیل کر دیا جائے یا اس سے کم سزا بھی دی جا سکتی تھی؟ یہ سوال سن کر خلیفہ نے کہا کہ تمہارے سوال سے محاسبے کی بو آتی ہے تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ ایسی بات مت کرو ورنہ پچھتاؤ گے۔ گورنر نے کہا بادشاہ سلامت! مجھے ایک بات سمجھ میں آئی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو خلعت پہنائی اور اس نے خلعت کی ناقدری کی تو آپ نے سر دربار اس کو ذلیل و رسوا کر دیا، مجھے خیال آیا کہ رب کریم نے بھی مجھے انسانیت کی خلعت پہنا کر دنیا میں بھیجا ہے اگر میں نے اس خلعت کی قدر نہ کی تو اللہ تعالیٰ مجھے بھی روز محشر اسی طرح ذلیل و رسوا کر دیں گے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی خلعت اتار کر تخت پر پھینکی اور کہا کہ مجھے چاہئے کہ میں پہلے خلعت انسانیت کی قدر کروں تاکہ محشر کی ذلت سے بچ سکوں۔ گورنر یہ کہہ کر اور گورنری کو لات مار کر دربار سے باہر نکل گیا۔ باہر نکل کر سوچا کہ کیا کروں تو دل میں خیال آیا کہ جنید بغدادیؒ کی خدمت میں جا کر باطنی نعمت کو حاصل کرنا چاہئے۔

کئی دن کی مسافت طے کر کے حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں پہنچے تو کہا کہ حضرت! آپ کے پاس باطنی نعمت ہے آپ یہ نعمت عطا کریں چاہے اس کو مفت دے دیں یا چاہیں تو قیمت طلب کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ قیمت مانگیں تو تم نہیں دے سکو گے اور اگر مفت دے دیں تو تمہیں اس کی قدر نہیں ہوگی۔ گورنر نے کہا پھر آپ جو فرمائیں میں وہی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا

کہ یہاں کچھ عرصہ رہو جب دل کے آئینے کو صاف پائیں گے تو یہ نعمت القا کر دیں گے۔ کئی ماہ کے بعد حضرت نے پوچھا کہ تم کیا کام کرتے ہو عرض کیا فلاں علاقے کا گورنر ہوں، فرمایا اچھا جاؤ بغداد شہر میں گندھک کی دکان بناؤ گورنر صاحب نے شہر میں گندھک کی دکان بنالی۔ ایک تو گندھک کی بدبو اور دوسرا خریدنے والے عامۃ الناس کی بحث و تکرار سے گورنر صاحب کی طبیعت بہت بیزار ہوتی، چار و ناچار ایک سال گزرا تو حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت ایک سال کی مدت پوری ہوگئی ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا اچھا تم دن گنتے رہے ہو جاؤ ایک سال دکان اور چلاؤ۔ اب تو دماغ ایسا صاف ہوا کہ دکان کرتے کرتے سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا مگر وقت کا حساب نہ رکھا ایک دن حضرت نے فرمایا گورنر صاحب آپ کا دوسرا سال مکمل ہوگیا، عرض کیا پتہ نہیں۔ حضرت نے کشکول ہاتھ میں دے کر فرمایا جاؤ اور بغداد شہر میں بھیک مانگو۔ گورنر صاحب حیران رہ گئے۔ حضرت نے فرمایا اگر نعمت کے طلبگار ہو تو حکم کی تعمیل کرو ورنہ جس راستے سے آئے ہو ادھر سے واپس چلے جاؤ۔ گورنر صاحب نے فوراً کشکول ہاتھ میں پکڑا اور بغداد شہر میں چلے گئے چند لوگوں کو ایک جگہ جمع دیکھا اور ہاتھ آگے بڑھا دیا کہ اللہ کے نام پر کچھ دے دو انہوں نے چہرہ دیکھا تو فقیر کا چہرہ لگتا ہی نہیں تھا۔ لہٰذا انہوں نے کہا کام چور شرم نہیں آتی مانگتے ہوئے جاؤ محنت مزدوری کر کے کھاؤ۔ گورنر صاحب نے جلی کٹی سن کر غصے کا گھونٹ پیا اور قہر درویش بر جان درویش والا معاملہ کیا۔ عجیب بات تو یہ تھی کہ پورا سال دریوزہ گری کرتے رہے کسی نے کچھ نہ دیا ہر ایک نے جھڑکیاں دیں۔ یہ باطنی اصلاح کا طریقہ تھا۔ حضرت جنید بغدادیؒ گورنر صاحب کے دل سے عجب اور تکبر نکالنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک سال مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر گورنر صاحب کے دل میں یہ بات اتر گئی کہ میری کوئی وقعت نہیں اور مانگنا ہو تو مخلوق کے بجائے خالق سے مانگنا

چاہیے پورا سال اسی کام میں گزر گیا۔

ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ نے بلا کر کہا کہ گورنر صاحب آپ کا نام کیا ہے؟ عرض کیا، ابوبکر شبلی۔ فرمایا اچھا اب آپ ہماری محفل میں بیٹھا کریں۔ گویا تین سال کے مجاہدے کے بعد اپنی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دی مگر شبلیؒ کے دل کا برتن پہلے ہی صاف ہو چکا تھا اب حضرت کی ایک ایک بات سے سینے میں نور بھرتا گیا اور آنکھیں بصیرت سے مالا مال ہوتی گئیں چند ماہ کے اندر اندر احوال و کیفیات میں ایسی تبدیلی آئی کہ دل محبت الٰہی سے لبریز ہو گیا۔ بالآخر حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک دن بلایا اور فرمایا کہ شبلی آپ نہاوند کے علاقے کے گورنر رہے ہیں آپ نے کسی سے زیادتی کی ہوگی کسی کا حق دبایا ہوگا، آپ ایک فہرست مرتب کریں کہ کس کس کا حق آپ نے پامال کیا ہے۔ آپ نے فہرست بنانا شروع کی حضرت کی توجہات تھیں چنانچہ تین دن میں کئی صفحات پر مشتمل طویل فہرست تیار ہو گئی۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ باطن کی نسبت اس وقت تک نصیب نہیں ہو سکتی جب تک کہ معاملات میں صفائی نہ ہو۔ جاؤ ان لوگوں سے حق معاف کروا کے آؤ چنانچہ آپ نہاوند تشریف لے گئے اور ایک ایک آدمی سے معافی مانگی۔ بعض نے تو جلدی معاف کر دیا بعض نے کہا کہ تم نے ہمیں بہت ذلیل کیا تھا ہم اس وقت تک معاف نہیں کریں گے جب تک تم اتنی دیر دھوپ میں کھڑے نہ رہو، بعض نے کہا کہ ہم اس وقت تک معاف نہیں کریں گے جب تک ہمارے مکان کی تعمیر میں مزدور بن کر کام نہ کرو۔ آپ ہر آدمی کی خواہش کے مطابق اس کی شرط پوری کرتے ان سے حق بخشواتے رہے حتیٰ کہ دو سال کے بعد واپس بغداد پہنچے۔ اب آپ کو خانقاہ میں آئے ہوئے پانچ سال کا عرصہ گزر گیا تھا مجاہدے اور ریاضت کی چکی میں پس پس کر نفس مر چکا تھا۔ ''میں'' نکل گئی تھی۔ باطن

میں تو ہی تو کے نعرے تھے پس رحمت الٰہی نے جوش مارا اور ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ نے انہیں باطنی نسبت سے مالا مال کر دیا، بس پھر کیا تھا آنکھ کا دیکھنا بدل گیا پاؤں کا چلنا بدل گیا دل و دماغ کی سوچ بدل گئی غفلت کے تار پود بکھر گئے۔ معرفت الٰہی سے سینہ پرنور ہو کر خزینہ بن گیا اور آپ عارف باللہ بن گئے۔ عشق الٰہی سے دل لبریز ہو گیا۔ آپ کی زندگی کے چند اہم واقعات درج ذیل ہیں۔

1 - ایک مرتبہ آپ تنہائی میں بیٹھے ذکر الٰہی میں مشغول تھے کہ ایک سالک نے آ کر کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے واصل کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا، اللہ سے؟ آپ کی زبان سے اللہ کا لفظ اتنی محبت سے نکلا کہ نوجوان کے دل کو چیر کر رکھ دیا اور اس نے وہیں گر کر جان دے دی۔ آپ پر قتل کا مقدمہ درج کر دیا گیا، گرفتار ہو گئے۔ قاضی کی عدالت میں پہنچے تو قاضی نے پوچھا شبلیؒ! تم نے ایک نوجوان کو قتل کیا ہے۔ فرمایا ہرگز نہیں، اس نوجوان نے کہا تھا کہ مجھے اللہ سے واصل کر دیجئے میں نے فقط کہا ''اللہ سے'' اور وہ اس لفظ کی تاب نہ لا سکا۔ جب قاضی صاحب نے آپ کی زبان سے اللہ کا لفظ سنا تو اس نے اپنے دل پر عجیب تاثیر محسوس کی۔ پس اس نے مقدمے سے باعزت بری کر دیا۔

2 - آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جو شخص آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کا نام لیتا آپ اس کے منہ میں شیرینی ڈالتے۔ ایک شخص نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ جو شخص میرے محبوب کا نام لے میں اس منہ کو شیرینی سے نہ بھر دوں تو اور کیا کروں۔ سبحان اللہ۔

3 - ایک دن لوگوں نے دیکھا کہ حضرت شبلیؒ ہاتھ میں تلوار لئے غصے میں بھرے ہوئے ایک جگہ کھڑے ہیں۔ پوچھا کہ شبلیؒ کیا بات ہے فرمایا کہ جو شخص میرے سامنے اللہ کا نام لے گا میں اسے قتل کر دوں گا۔ پوچھا کہ کیوں؟ فرمایا مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ لوگ میرے محبوب کا نام غفلت سے لیتے ہیں اور میرے نزدیک محبوب حقیقی کا نام

غفلت سے لینا کفر ہے۔

4 -ایک دن آپ کہیں جا رہے تھے کہ بچے آپ کے پیچھے لگ گئے اور آپ کو مجنوں سمجھ کر تنگ کرنے لگے۔ آپ ان کی طرف توجہ دیے بغیر چلے جا رہے تھے۔ ایک لڑکے نے کنکر اٹھا کر آپ کی طرف پھینکا جو آپ کی پنڈلی پر لگا حتی کہ خون نکلنے لگا۔ ایک شخص نے یہ منظر دیکھا تو بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر بھگا دیا اور آپ کے قریب ہوا کہ زخم کو صاف کر دے مگر یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ آپ کے جسم سے خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا تھا اس سے اللہ کا لفظ بن جاتا تھا سبحان اللہ۔ اس جسم میں محبت الٰہی کتنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوگی کہ جس سے خون کا قطرہ زمین پر گرتے ہی اللہ کا لفظ بن جاتا تھا۔

5 -ایک مرتبہ عید کے دن آپ نے سیاہ کپڑے پہن رکھے تھے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیوں؟ فرمایا کہ لوگ اپنے پروردگار سے غافل ہیں اور ان کے دل گناہوں کی کثرت کی وجہ سے اسی طرح سیاہ ہو چکے ہیں جس طرح میرے کپڑے سیاہ ہیں۔

6 -ایک مرتبہ آپ وضو کر کے نماز پڑھنے کے لئے مسجد جا رہے تھے کہ آپ کے دل میں الہام ہوا۔ ''شبلی! تو ایسا گستاخانہ وضو کر کے ہمارے گھر کی طرف جا رہا ہے'' آپ اسی وقت واپس مڑے کہ دوبارہ وضو کروں، الہام ہوا کہ ''شبلی ہمارا در چھوڑ کر کدھر جائے گا'' آپ نے وجد میں آ کر زور سے کہا اللہ۔ الہام ہوا ''شبلی! تو ہمیں اپنا جوش دکھاتا ہے'' آپ خاموش ہو گئے، الہام ہوا کہ ''شبلی! تو ہمیں اپنا صبر دکھاتا ہے'' آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور رونا شروع کر دیا۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ آپ کو عاجزی کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے۔

7 -ایک مرتبہ آپ کے دل میں الہام ہوا کہ ''شبلی! تو چاہتا ہے کہ میں تیرے عیب لوگوں کے سامنے ظاہر کر دوں تا کہ تمہیں کوئی منہ لگانے والا نہ رہے'' آپ بھی ناز کی

کیفیت میں تھے، عرض کیا اے اللہ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کی رحمت کھول کر لوگوں پر ظاہر کر دوں تو آپ کو دنیا میں کوئی سجدہ کرنے والا نہ رہے۔ فوراً الہام ہوا ''شبلی تو میری بات کرنا نہ میں تیری بات کروں گا''

ان واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جن لوگوں نے ریاضت کی بھٹی میں اپنے نفس کو ڈال کر کندن بنا لیا ہو ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے کتنی محبت ہوتی ہے۔

ایک معصومانہ سوال:

ایک مرتبہ سیدنا حسینؓ نے اپنے بچپن میں حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ فرمایا ہاں۔ پوچھا کہ میرے نانا جی سے محبت ہے؟ فرمایا ہاں۔ پوچھا کہ میری امی سے محبت ہے؟ فرمایا ہاں۔ پوچھا کہ مجھ سے محبت ہے؟ فرمایا ہاں۔ سیدنا حسینؓ نے بڑی معصومیت سے کہا ابو! آپ کا دل تو گودام ہوا۔ دل میں تو ایک کی محبت ہونی چاہیے آپ نے اتنی محبتیں جمع کر رکھی ہیں۔ حضرت علیؓ نے سمجھایا کہ بیٹے تمہارا سوال بہت اچھا ہے مگر تمہارے نانا جی، تمہاری والدہ اور تم سے اس لئے محبت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی محبت کرنے کا حکم دیا ہے پس یہ سب محبتیں درحقیقت محبت الٰہی کی ہی شاخیں ہیں۔ یہ سن کر سیدنا حضرت حسینؓ مسکرائے کہ اب بات سمجھ میں آ گئی ہے۔

سمنون محبّ کا حال:

حضرت سمنون محبّ بڑے خوبصورت نوجوان تھے عشق الٰہی میں ہر وقت سرشار رہتے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے وعظ و نصیحت کی درخواست کی، آپ نے محبت الٰہی کی اہمیت پر بیان کرنا شروع کر دیا۔ اتنے میں ایک چڑیا آ کر آپ کے کندھے پر بیٹھ گئی پھر تھوڑی دیر بعد آپ کی گود میں بیٹھ گئی۔ آپ محبت الٰہی کی باتیں کرتے رہے تو

وہ تڑپا پھڑکتی رہی حتیٰ کہ اس نے گود ہی میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ لوگوں نے آپ کا نام ممنون محبّ رکھ دیا۔

دو سال تک نام یاد نہ ہوا:

حضرت مولانا اصغر حسین کاندھلویؒ کے نانا شیخ احمد حسنؒ بڑے باخدا لوگوں میں سے تھے۔ جب دارالعلوم دیوبند کا سنگ بنیاد رکھنے کا وقت آیا تو حضرت نانوتویؒ نے اعلان کیا کہ دارالعلوم کا سنگ بنیاد میں ایسی ہستی سے رکھواؤں گا جس نے ساری زندگی کبیرہ گناہ تو کیا کرنا گناہ کرنے کا ارادہ بھی نہیں کیا۔ لوگ یہ سن کر حیران ہوگئے۔ پھر حضرت نانوتویؒ نے شیخ احمد حسنؒ سے درخواست کی کہ وہ دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھیں۔ حضرت شیخ احمد حسنؒ کثرت ذکر کی وجہ سے اکثر اوقات عالم جذب میں ہوتے تھے۔ آپ کے ایک داماد کا نام تھا اللہ کا بندہ۔ وہ آپ کی خدمت میں دو سال تک رہا اور آپ کو اس کا نام یاد نہ ہوا۔ جب بھی وہ سامنے سے گزرتا تو آپ پوچھتے ارے میاں! تم کون ہو؟ وہ عرض کرتا کہ اللہ کا بندہ ہوں، آپ فرماتے کہ ارے میاں! سبھی اللہ کے بندے ہیں تم کون ہو؟ وہ عرض کرتا کہ حضرت! میں آپ کا داماد اللہ کا بندہ ہوں۔ فرماتے اچھا اچھا۔ دو سال تک یہی سوال و جواب ہوتے رہے مگر اللہ تعالیٰ کا نام دل پر اتنا چھا چکا تھا کہ اب کسی کا نام یاد نہ ہوتا تھا۔

جگر مراد آبادی کی سچی توبہ:

استاد جگر مراد آبادی اپنے وقت کے مشہور و معروف شاعر گزرے ہیں۔ ابتداء میں مے نوش ہی نہیں بلانوش تھے۔ اپنے تخیلات کی دنیا میں مست رہتے تھے۔ اشعار کی بندش ایسی ہوتی تھی کہ گویا مضامین کے ستارے آسمان سے توڑ کر لائے ہیں۔
ایک مرتبہ عبدالرب نشتر سے ملنے ان کے دفتر گئے تو چپڑاسی نے معمولی لباس دیکھ کر

انہیں دفتر میں داخل ہونے سے منع کر دیا۔ استاد جگر نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ میرا گورنر صاحب سے دوستانہ تعلق ہے۔ مگر چپڑاسی ماننے کے لئے تیار نہ ہوا۔ چنانچہ استاد جگر نے ایک چھوٹی سی پرچی پر لکھا۔

نشتر کو ملنے آیا ہوں میرا جگر تو دیکھ

اور چپڑاسی سے کہا کہ یہ صاحب کو صرف دکھا دو۔ جب عبدالرب نے پرچی دیکھی تو سمجھ گئے کہ نشتر اور جگر کو اتنے پیارے طریقے سے ایک مصرعے میں جمع کرنا عام بندے کا کام نہیں، ہو نہ ہو یہ استاد جگر ہوں گے۔ چنانچہ وہ ملنے کے لئے خود دفتر سے باہر تشریف لائے۔ چپڑاسی ہکا بکا رہ گیا۔

ایک مرتبہ استاد جگر کی ملاقات ایک مشاعرے میں حضرت خواجہ مجذوب الحسنؒ سے ہوئی۔ حضرت مجذوب کا کلام سن کر جگر صاحب بہت متاثر ہوئے کہ انگریزی تعلیم، اونچا عہدہ مگر دل میں محبت الٰہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ حضرت مجذوبؒ سے پوچھا کہ جناب آپ کی ٹرکیسے مس ہوئی (مسٹر کی ٹر مس ہوگئی)۔ حضرت مجذوبؒ نے فرمایا کہ حضرت اقدس تھانویؒ کی نظر کیمیا اثر کی وجہ سے۔ استاد جگر نے کہا کہ اچھا۔ حضرت مجذوبؒ نے فرمایا کہ آپ اگر ملنا چاہیں تو میں ملاقات کا بندوبست کر دیتا ہوں۔ استاد جگر نے کہا کہ میں ملنے کے لئے چلوں گا تو سہی مگر وہاں جا کر بھی پیوں گا۔ حضرت مجذوبؒ نے حضرت اقدس تھانویؒ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ خانقاہ تو ایک عوامی جگہ ہے وہاں مے نوشی کی اجازت کا سوال ہی پیدا نہیں، ہوتا البتہ میں جگر صاحب کو اپنے ذاتی مکان میں مہمان کی حیثیت سے ٹھہراؤں گا وہاں پر تنہائی میں وہ جو چاہیں کریں۔ حضرت مجذوبؒ استاد جگر کو ایک دن لے گئے، ولی کامل کی تھوڑی دیر کی صحبت نے دل کی دنیا بدل دی استاد جگر نے حضرت تھانویؒ سے تین

دعائیں کروائیں۔ پہلی دعا یہ کہ میں شراب نوشی ترک کردوں، دوسری دعا یہ کہ میں سنت رسول ﷺ کو چہرے پر سجالوں، تیسری یہ کہ میں حج کرلوں۔ جب واپس آئے تو شراب نوشی ترک کردی اور سنت رسول اللہ ﷺ چہرے پر سجالی۔ لوگ ان کی زندگی میں اتنی بڑی تبدیلی آجانے پر حیران ہوتے اور ملنے کے لئے آتے۔ استاد جگر نے اپنے بارے میں خود ہی ایک شعر بنادیا۔

چلو دیکھ آئیں تماشا جگر کا
سنا ہے کہ وہ کافر مسلماں ہوا ہے

شراب نوشی یکدم ترک کردینے سے استاد جگر کی طبیعت کافی خراب ہوگئی۔ استاد جگر کو ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ آہستہ آہستہ یہ عادت چھوڑتے تو اچھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ جب چھوڑنے کی نیت کرلی تو یکدم چھوڑنا اچھا ہے اب اگر موت بھی آگئی تو انشاء اللہ تو یہ قبول ہوجائے گی۔ آخرت اچھی ہوجائے گی۔ استاد جگر پر محبت الٰہی کا غلبہ ہونا شروع ہوگیا۔ یہ مشائخ کے ساتھ قلبی رابطے کی تاثیر تھی حتیٰ کہ یہ محبت کا اثر ان کے کلام سے بھی ظاہر ہونے لگا۔ بعض اشعار تو بڑے غضب کے ہیں۔ مثلاً

میرا کمال عشق میں اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پر چھا گئے میں زمانے پر چھا گیا

یہ موج دریا یہ ریگ صحرا یہ غنچہ وگل یہ ماہ و انجم
ذرا جو وہ مسکرادیئے ہیں یہ سب کے سب مسکرا رہے ہیں

شب بھر کا مراقبہ:

حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں والے حضرت خواجہ سراج الدینؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ ان کی خانقاہ میں یہ معمول ہوتا تھا کہ عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر حضرت

ساری رات جماعت کو مراقبہ کرواتے۔ جماعت کے لوگوں کو اجازت تھی کہ جو تھک جائے وہ اٹھ کر چلا جائے۔ چنانچہ جب لوگ تھک جاتے تو ایک ایک کرکے جاتے رہتے حتیٰ کہ جب آدھی رات گزر چکی ہوتی تو آپ مراقبہ سے سر اٹھاتے دیکھتے کہ سامنے تو کوئی دوسرا نہیں ہے تو آپ اٹھ کر تہجد کی نیت باندھ لیتے۔ پوری رات یاد الٰہی میں بسر ہوجاتی۔

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے

تیرا ہاتھ ہاتھ میں آگیا:

ایک بزرگ کہیں جارہے تھے کہ راستے میں ان کی ملاقات ایک آتش پرست سے ہوئی۔ آتش پرست آگ جلا کر اس کی پوجا کرتا تھا۔ وہ بزرگ سمجھاتے کہ یہ مخلوق ہے خالق نہیں ہے مگر آتش پرست ماننے کے لئے تیار نہ ہوتا۔ ایک دن وہ بزرگ جلال میں آگئے اور فرمایا کہ ہم ایسے کرتے ہیں کہ ایک جگہ پر بہت زیادہ آگ جلا کر ہم اپنے ہاتھ اس میں ڈالتے ہیں جو سچا ہوگا آگ اسے نقصان نہیں پہنچائے گی۔ جب کہ جھوٹے کا ہاتھ جل جائے گا۔ وہ آتش پرست اس بات پر آمادہ ہوگیا۔ اس بزرگ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑا اور آگ میں ڈال دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ آگ نے کسی کا ہاتھ بھی نہیں جلایا وہ بزرگ بڑے پریشان ہوئے کہ اس کافر کا ہاتھ تو ضرور جلنا چاہئے تھا۔ اتنے میں الہام ہوا کہ اے میرے پیارے ہم اس کے ہاتھ کو کیسے جلاتے جب کہ اس کے ہاتھ کو آپ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔

ایک عیسائی دو خوشخبریاں:

ایک مرتبہ ایک مسلمان اور ایک عیسائی رفیق سفر بنے۔ چونکہ دونوں نے ایک ہی

منزل پر جانا تھا لہذا سوچا کہ اکٹھا رہنے سے سفر اچھا گزرے گا۔ ابھی منزل پر پہنچنے میں دو دن باقی تھے کہ دونوں کا زادِراہ ختم ہو گیا آپس میں سوچ بچار کرنے بیٹھے۔ مسلمان نے تجویز دی کہ ایک دن آپ دعا کریں کہ کھانا ملے دوسرے دن میں دعا کروں گا کہ کھانا ملے۔ عیسائی نے کہا کہ پہلے آپ دعا کریں۔ چنانچہ مسلمان نے ایک طرف ہو کر اپنے پروردگار سے دعا مانگی تو تھوڑی دیر میں ایک آدمی گرم گرم کھانے کا خوان لے کر آ گیا۔ مسلمان بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عزت رکھ لی۔ کھانا کھا کر دونوں اطمینان کی نیند سو گئے۔ دوسرے دن عیسائی کی باری تھی وہ بظاہر بڑا مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایک طرف ہو کر دعا مانگی تو تھوڑی دیر میں ایک آدمی گرم گرم کھانوں سے بھرے دو خوان لے کر آ گیا۔ عیسائی کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ مگر مسلمان اپنے دل میں بہت پریشان ہوا، اس کا جی ہی نہیں چاہتا تھا کہ کھانا کھائے۔ عیسائی نے دیکھا تو کہنے لگا کہ آپ کھانا کھائیں تو میں آپ کو دو خوشخبریاں سناؤں گا۔ جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو مسلمان نے پوچھا کہ بتائیں کیا خوشخبری ہے۔ عیسائی نے کہا کہ پہلی خوشخبری تو یہ ہے کہ میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں اور دوسری خوشخبری یہ ہے کہ میں نے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ اگر اس مسلمان کا آپ کے ہاں کوئی مقام ہے تو آپ کھانا عطا فرما دیں۔ لہذا آج اللہ تعالیٰ نے دو خوان آپ کے اکرام کی وجہ سے عطا فرمائے۔

عاشقِ صادق کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ بعض اوقات مہاجرین صحابہؓ کے وسیلہ سے دعا مانگتے تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے پردہ فرما لیا تو بارش نہ ہونے کی صورت میں صحابہ کرام حضرت عباسؓ سے دعا کرواتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کرواتے تھے۔

کون تجھے باہر نہیں آنے دیتا:

ایک آدمی نے مچھلی خریدی اور ایک مزدور سے کہا کہ گھر پہنچا دو تو اتنی مزدوری مل جائے گی۔ مزدور نے کہا بہت اچھا تاہم اگر راستے میں نماز کا وقت ہو گیا تو میں پہلے نماز پڑھوں گا پھر مچھلی پہنچاؤں گا۔ اس آدمی نے رضامندی کا اظہار کیا۔ جب چلے تو کافی دور جا کر اذان ہوئی۔ مزدور نے کہا کہ حسبِ وعدہ میں تو نماز پڑھوں گا، آدمی نے کہا بہت اچھا میں مچھلی کے پاس کھڑا ہوتا ہوں تم جلدی سے نماز پڑھ کر آ جاؤ۔ مزدور مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ جب دوسرے لوگ نماز پڑھ کر باہر نکل آئے تو یہ مزدور نماز پڑھ رہا تھا۔ اس آدمی نے دیکھا کہ بہت دیر لگ گئی تو آواز دینے لگا اے میاں! اتنی دیر ہو گئی تمہیں کون باہر آنے نہیں دیتا؟ اس مزدور نے جواب دیا کہ جناب! جو آپ کو اندر آنے نہیں دیتا وہی مجھے باہر آنے نہیں دیتا۔ سبحان اللہ عشق و محبت والوں کا عجیب حال ہوتا ہے وہ نماز میں یوں محسوس کرتے ہیں جیسے اپنے محبوبِ حقیقی سے راز و نیاز کی باتیں کر رہے ہوں۔

ایک باندی کی عجیب و غریب دعا:

ایک شخص بازار جا رہا تھا کہ اس نے دیکھا ایک باندی کا مالک اسے بیچ رہا ہے مگر خریدار کوئی نہیں۔ وہ باندی دیکھنے میں بہت دبلی پتلی نظر آ رہی تھی۔ اس شخص نے اس باندی کو معمولی داموں میں خرید لیا۔ جب رات کو آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ وہ باندی تہجد کی نماز پڑھ کر دعا کر رہی ہے کہ اے اللہ! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم۔ اس شخص نے ٹوکا کہ یوں نہ کہو بلکہ یہ کہو اے اللہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم یہ سن کر وہ باندی بگڑ گئی اور کہنے لگی میرے آقا! اگر اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو مجھے ساری رات مصلے پر نہ بٹھاتا اور آپ کو یوں میٹھی نیند نہ سلاتا۔ یہ کہہ کر اس باندی نے

روروکر دعا کی کہ اے اللہ! اب تک میرا معاملہ پوشیدہ تھا اب مخلوق کو پتہ چل گیا ہے، تو مجھے اپنے پاس بلا لے چنانچہ وہیں مصلّے پر بیٹھے بیٹھے اس کی روح پرواز کر گئی۔

حضرت مولانا محمد علی جوہر کے اشعار:

حضرت مولانا محمد علی جوہر کی والدہ ماجدہ حضرت خواجہ مظہر جان جاناںؒ سے بیعت و ارادت کا تعلق رکھتی تھیں، شیخ کی توجہ نے ان کے دل میں اسلام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی۔ جب انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا۔

بولی اماں محمد علی کی جان بیٹا خلافت پہ دے دو

چنانچہ حضرت مولانا محمد علی جوہرؒ نے تحریک خلافت میں زور و شور سے حصہ لیا۔ انگریز حکام نے انہیں پیغام بھیجا کہ تم اس کام سے باز آ جاؤ ورنہ تمہیں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حضرت مولانا محمد علی جوہرؒ نے اس کے جواب میں چند اشعار لکھے۔

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے
پر غیب میں سامان بقا میرے لئے ہے
یوں ابر سیاہ پر تو فدا ہیں سبھی مے کش
پر آج کی گھنگھور گھٹا میرے لئے ہے
پیغام ملا تھا جو حسین ابن علی کو
خوش ہوں کہ وہ پیغام قضا میرے لئے ہے
اللہ کے رستے میں جو ہے موت مسیحا
اکسیر یہی ایک دوا میرے لئے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

ایک مرتبہ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ میں انگلینڈ جا کر مسلمانوں کی آزادی کے بارے میں قلمی جہاد کروں اخبار میں لکھ لکھ کر اپنا مافی الضمیر بیان کروں۔ چنانچہ آپ اس نیت سے انگلینڈ چلے گئے کہ جب تک مسلمانوں کو آزادی نہ ملے گی میں واپس نہیں جاؤں گا۔ کافی عرصہ انگلینڈ میں رہ کر قربانی دی اس دوران آپ کی بیٹی بیمار ہوگئی۔ اطباء نے کہا کہ وہ لاعلاج مرض میں گرفتار ہے لہذا چند دن کی مہمان ہے۔ ماں نے جوان بیٹی سے پوچھا کہ آپ کی زندگی کی آخری خواہش کیا ہے۔ بیٹی نے کہا کہ جی چاہتا ہے کہ آخری وقت میں ابا حضور کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کروں۔ ماں نے کہا کہ بیٹی! اپنے والد کو خط لکھو۔ بیٹی نے خط لکھا۔ حضرت مولانا محمد علی جوہرؒ نے جب وہ خط پڑھا تو اس کی پشت پر چند شعر لکھ کر واپس بھیج دیا۔

میں تو مجبور سہی اللہ تو مجبور نہیں
تجھ سے میں دور سہی وہ تو مگر دور نہیں
تیری صحت ہمیں منظور ہے لیکن ان کو
نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

حضرت علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کا عمل:

ایک مرتبہ حسنین کریمینؓ بہت بیمار ہوئے طبیعت سنبھل نہیں رہی تھی خاتون جنتؓ نے دونوں شہزادوںؓ کی صحتیابی کے لئے منت مانی کہ یا اللہ دونوں بچوں کو صحت مل گئی تو ہم میاں بیوی تین دن لگاتار نفلی روزہ رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاصہ سے دونوں شہزادوںؓ کو صحت عطا کر دی۔ چنانچہ سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ نے روزہ رکھنا شروع کیا جب افطار کا وقت ہوا تو دونوں کے پاس کھانے کے لئے فقط ایک روٹی تھی، اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی پوچھا کون ہے؟ تو جواب ملا کہ میں

مسکین ہوں بھوکا ہوں، اس در پر آیا ہوں کہ کچھ مل جائے۔ میاں بیوی نے سوچا کہ ہم بغیر کھائے گزارا کرلیں گے مگر ہمیں سائل کو خالی ہاتھ نہیں بھیجنا چاہئے۔ چنانچہ روٹی اٹھا کر سائل کو دے دی اور خود بغیر کھائے فقط پانی سے روزہ افطار کرلیا، صبح سحری بھی فقط پانی پی کر ہوئی۔ دوسرے دن حضرت علیؓ نے کچھ کام کیا مگر اجرت اتنی ملی کہ پھر دونوں کے لئے فقط ایک روٹی۔ جب افطاری کا وقت قریب آیا تو پھر دروازے پر دستک ہوئی پتہ چلا کہ ایک یتیم سائل بن کر آیا ہے اور کچھ کھانے کے لئے مانگ رہا ہے۔ میاں بیوی نے سوچا کہ ہم آج پھر کھائے بغیر گزارا کرلیں گے۔ مگر یتیم کو انکار کرنا ٹھیک نہیں۔ چنانچہ روٹی یتیم کو دے دی اور خود پانی سے روزہ افطار کرلیا سحری کے وقت بھی فقط پانی تھا۔ تیسرے دن حضرت علیؓ کچھ لے کر آئے مگر وہ بھی فقط اتنا تھا کہ میاں بیوی بمشکل افطار کر سکتے تھے۔ لیکن اس دن ایک اسیر نے دستک دی اور سوال کیا۔ گو کہ تین دن متواتر بھوکا رہنے سے سیدعلیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کی اپنی حالت دگرگوں تھی، نقاہت بہت زیادہ تھی۔ بھوک کی شدت نے مضطرب کردیا تھا مگر اللہ کے نام پر سوال کرنے والے کو خالی بھیج دینا ان کے نزدیک مناسب نہیں تھا۔ لہذا تیسرے دن بھی روٹی اٹھا کر سائل کو دے دی اور اپنے اوپر تنگی برداشت کرلی مگر محبت الٰہی سے دل ایسا لبریز تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر جان دینا بھی آسان تھا یہ تو پھر روٹی کی بات تھی۔ عشاق کی زندگیوں کا ایک نمایاں پہلو یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خاطر قربان کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

ــ یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنے گر ہار گئے تو مات نہیں

خطبات فقیر سے اقتباس درج ذیل ہے:

"حدیث پاک میں آیا ہے کہ عالم ارواح میں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت پر اپنا (دایاں ہاتھ) دست قدرت مارا تو ان کے جسم سے اولاد نکل پڑی۔ ان کے جسم بالکل انسانوں جیسے تھے مگر بہت چھوٹے تھے، مگر چہرے نورانی تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت (بایاں ہاتھ) مارا تو مزید اولاد نکلی مگر چہرے سیاہ تھے۔ حضرت آدمؑ نے ان کو دیکھا تو پوچھا کہ اے پروردگار یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ تیری اولاد ہے، جب اولاد کا لفظ سنا تو حضرت آدمؑ دوبارہ متوجہ ہوئے، پہلی نگاہ اجنبیت کی تھی اور دوسری نگاہ اپنائیت کی تھی۔ جب دوبارہ نظر ڈالی تو کچھ چہروں کو نورانی پایا اور کچھ کو سیاہ۔ چونکہ باپ کی تمنا ہوتی ہے کہ سب اولاد باکمال ہو اس لئے حضرت آدمؑ نے عرض کیا کہ **لو لا سویت یا ربی** (اے پروردگار تو نے سب کو ایک جیسا کیوں نہ بنا دیا) اللہ رب العزت نے فرمایا کہ نورانی چہرے والے **فریق فی الجنۃ** ہیں اور سیاہ چہرے والے **فریق فی السعیر** ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اولاد آدمؑ کو مخاطب کر کے فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں) سب نے جواب دیا قَالُوْا بَلٰی (کہا کیوں نہیں آپ ہی تو ہیں) یہ ہمکلامی فرماتے وقت اللہ تعالیٰ نے اولاد آدمؑ پر بغیر پردوں کے تجلی فرمائی، **کلمہ عیانا** (بے پردہ تجلی فرمائی)

بس اس ہمکلامی کے موقع پر انسانیت کو دو تحفے عطا کیے گئے۔ ایک تو اللہ تعالیٰ نے اپنا جمال دکھا کر سوز عشق عطا کیا اور دوسرا سوال کر کے کیف علم عطا کیا۔ پھر سوز عشق کے لئے دھڑکتا ہوا دل اور کیف علم کے لئے پھڑکتا ہوا دماغ دیا۔ پس دل کی غذا عشق ہے اور دماغ کی غذا علم ہے۔ یہ دونوں عظیم الشان نعمتیں ہے۔ فقط عشق ہو تو بدعات سکھاتا ہے پھر علم اس میں توازن پیدا کرتا ہے۔ فقط علم ہو تو تکبر سکھاتا ہے پھر عشق اس میں تواضع پیدا کرتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عشق اور علم میں چولی دامن کا ساتھ ہے انسان کے پاس دونوں نعمتوں کا ہونا ضروری ہے اگر کسی ایک سے محروم ہوا تو افراط و تفریط کا شکار ہو جائے گا۔ رہی بات عشق اور عقل کی تو یہ فسانہ بہت پرانا ہے شعراء اور ادیب حضرات نے ان کا تقابل کیا اور خوب کیا علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

نالہ ہے بلبل شوریدہ ترا خام ابھی
اپنے سینے میں ذرا اور اسے تھام ابھی
پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی
عشق فرمودہ قاصد سے سبک گام عمل
عقل سمجھتی ہی نہیں معنی پیغام ابھی
بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

عشق کی صفت محبوب کے اشارے پر سب کچھ لٹا دینا اور مقصود کو حاصل کرنے کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دینا جب کہ عقل منفعت پر نظر رکھتی ہے ہر معاملے میں نقصان سے بچ کر نفع کو تلاش کرتی ہے۔ عقل کی حد ہوتی ہے مگر عشق کی کوئی حد نہیں

ہوتی۔ عقل کہتی ہے کہ محبوب کی طرف کوئی راستہ نہیں جاتا عشق کہتا ہے میں در محبوب کے بوسے بھی لے کر آیا ہوں۔ فرزانہ اس شخص کو کہتے ہیں جو عقل کے بل بوتے پر قدم اٹھا رہا ہو اور دیوانہ اس شخص کو کہتے ہیں جو عشق کے ہاتھوں مجبور ہو کر منزل پر پہنچنے کے لئے بے تاب ہو حضرت نثار فتحی فرماتے ہیں۔

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تا بہ منزل صرف دیوانے گئے

عقل کی صفت جستجو ہے اور عشق کی صفت حضور و اضطراب ہے۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے وجود میں حباب
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب
شوق اگر تیرا نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب

عقل میں عیاری ہے پس اکثر سست روی کا شکار ہو جاتی ہے جب کہ عشق میں چستی ہے مقصود کی طرف لپکتا ہے۔

عشق کی دیوانگی طے کر گئی کتنے مقام
عقل جس منزل پہ تھی اب تک اسی منزل پہ ہے

عقل بعض اوقات راستہ تو دکھا دیتی ہے مگر اس میں منزل تک پہنچانے کی تاب

نہیں ہوتی پھر وہاں عشق ہی شوق کے پروں سے اڑا کر لے جاتا ہے۔

؎ گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

حدیث پاک ہے۔اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ العَقلَ (سب سے پہلے اللہ نے عقل کو پیدا کیا) اس کا کام حق اور باطل کی پہچان اور ہوش وحواس کو سلامت رکھنا ہے۔جس انسان کے پاس عقل ہے اس کے پاس روشنی ہے جس سے راستہ دیکھ سکتا ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ قبر میں منکر نکیر کی سوال و جواب کی سختی کا تذکرہ کیا تو حضرت عمرؓ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ کیا قبر میں عقل سلامت رہے گی۔فرمایا ہاں،عرض کیا پھر پرواہ نہیں۔

حدیث پاک میں ہے مَنْ لَا عَقلَ لَهُ لَا دِيْنَ لَهُ (جس کے پاس عقل نہیں اس کا دین ہی نہیں) اس سے عقل سلیم مراد ہے۔

گویا عقلمند انسان کا دین سلامت رہتا ہے،انسان ناپ تول کرسکتا ہے،اچھے برے کی تمیز کرسکتا ہے۔ایک حدیث پاک میں عقل کے متعلق آیا ہے اَفْلَحَ مَنْ رُزِقَ لَهُ (جس کو عقل نصیب ہوئی وہ فلاح پاگیا) روز محشر جب جہنمی لوگوں سے فرشتے پوچھیں گے کہ کیا دنیا میں تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا تو وہ جواب دیں گے۔ مَا كُنَّا فِيْ اَصْحَابِ السَّعِيْرِ (اگر ہم سنتے اور عقل رکھتے تو اہل جہنم سے نہ ہوتے) قرآن مجید میں جہاں قدرت کی نشانیوں کا ذکر ہے وہاں فرمایا گیا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ نفع نقصان کی سوچ اور شک اور یقین یہ سب عقل کی صفات ہیں،دین پرعمل کرنے کے لئے اس کا صحیح ہونا ضروری ہے اسی لئے

عقل سلیم کو بڑی نعمت کہا گیا ہے۔تاہم فقط عقل کا ہونا کافی نہیں۔گو علم کے لئے عقل کا ہونا کافی ہے مگر عمل کے لئے عشق کا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔عقل سوچ بچار میں لگی رہتی ہے،عشق پر اعمال کا دارومدار ہوتا ہے۔

؎ عقل کو افکار سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

عقل کے پاؤں سے چل کر راستے کو طے کرنا مشکل ہے۔وصول الی اللہ کے کئی مقامات ایسے ہیں جہاں عقل کے پاؤں لنگ ہو جاتے ہیں۔البتہ عشق وشوق کے گھوڑے پر سوار ہوکر سرپٹ دوڑنا آسان ہوتا ہے۔جن کاموں کو انسان ناممکن سمجھتا ہے عشق ان کو ممکن بنا دیتا ہے۔

؎ عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسمان کو بیکراں سمجھا تھا میں

باب 5

عشق حقیقی سے مراد اللہ تعالیٰ کا عشق اور عشق مجازی سے مراد نفسانی خواہشات کی وجہ سے مخلوق سے عشق ہے گویا عشق حقیقی، عشق رب کائنات ہے اور عشق مجازی عشق مخلوقات ہے۔ عشق حقیقی کو اصطلاحاً عشق مولیٰ بھی کہتے ہیں اور عشق مجازی کو عشق لیلیٰ بھی کہتے ہیں۔ عشق مولیٰ میں احوال دل کی باتیں ہوتی ہیں عشق مجازی میں آب و گل کی باتیں ہوتی ہیں۔ دل میں عشق حقیقی رکھنے والے کو عاشق صادق کہتے ہیں جب کہ دل میں عشق مجازی رکھنے والوں کو عاشق نامراد کہتے ہیں اس کے بارے میں مزید تفصیل درج ذیل ہے۔

عشق مجازی

1۔ عشق مجازی میں کسی مرد یا عورت کے سراپا کی دلکشی کو حسن کہتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ حسن کی سحر طرازیاں جوانی کے جنوں کو ہوا دیتی ہیں۔ حسن کی سادگی حسن کو چار چاند لگا دیتی ہے اور دنیا میں حسن سے بڑا کوئی سفارش نامہ نہیں جب حسن بولتا ہے تو بڑے بڑے دانشور گونگے ہو جاتے ہیں۔

؎ سامنے سے جب وہ شوخ دلربا آجائے
تھامتا ہوں دل کو پر ہاتھوں سے نکلا جائے

2۔ جب کوئی صورت دل میں بس جائے تو پھر انسان کی بس ہو جاتی ہے شیطان اس صورت کو اس طرح مزین کر کے پیش کرتا ہے کہ تکرار نظر میں جاذبیت زیادہ ہو جاتی ہے۔

؎ یزیدک وجهه حسنا
اذا ما زدته نظرا

{تیرے لئے اس کے حسن میں اضافہ کرتا ہے۔ جتنا تو اس کی طرف زیادہ نظر کرتا ہے}

3۔ حسن ظاہر کا سانپ جب ڈس لیتا ہے تو انسان روحانی موت مرجاتا ہے آنکھیں ہوتی ہیں مگر محبوب کے عیوب کو بھی پسندیدہ نظر سے دیکھتی ہیں۔

؎ نہ شوخی چل سکی باد صبا کی
بگڑنے میں بھی زلف اس کی بنا کی

4۔ حسن ظاہر ڈھلتی چھاؤں کی مانند ہوتا ہے اسی لئے جس محبت کا تعلق حسن ظاہر سے ہو وہ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔

؎ دولت حسن جوانی عارف چلتی پھرتی چھاؤں ہے
ہم نے خود بھی یہ دیکھا تاریخ بھی یہ بتلاتی ہے

نفس انسانی لذات کا خوگر ہے وہ انجام سے بے خوف و خطر خواہشات کو پورا کرنے کے درپے رہتا ہے۔

؎ کان نے ہوش کو الجھایا ہے افسانوں میں
آنکھ نے دل کو پھنسا رکھا ہے ارمانوں میں

5۔ عاشق نامراد کو بعد کی (مجبوری) ہو تو پھر فقط نظر بازی تک اکتفا کرتا ہے اور دل

کوتسلی دیتا ہے کہ

شیوہ عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا
دیکھنا بھی تو انہیں دور سے دیکھا کرنا

6 ۔اگر عاشق مجاز کو قرب کا موقعہ حاصل ہو تو اس کا نفس جسمانی ملاپ کا متمنی ہوتا ہے۔ظاہر میں سچی محبت کا نعرہ لگانے والا اپنے فریب کا اظہار یوں کرتا ہے۔

نہ تو خدا ہے نہ مرا عشق فرشتوں جیسا
دونوں انسان ہیں تو کیوں اتنے حجابوں میں ملیں

7 ۔یہ تو حقیقت ہے کہ عشق جب حسن کو ہوس پرستی اور خودغرضی کے بستر پر لے آتا ہے تو اس کی انسانیت کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ کوئی چہرہ اتنا حسین نہیں ہوتا جتنا دور سے نظر آتا ہے، کوئی آواز اتنی دلکش نہیں جتنی دور سے محسوس ہوتی ہے، تو پھر کیا حسن کی حقیقت فاصلہ ہے؟ اگر یہ سچ ہے تو پھر حسن ظاہر سے دور رہنے میں ہی بھلائی ہے۔ یہ ایک عقلی دلیل ہے۔ورنہ عشق مجازی میں بھی عاشق اتنا قرب چاہتا ہے کہ جسمانی وصل سے طبیعت سیر نہیں ہوتی۔یہ جو فنافی الحسن، فنافی العشق لوگ ہیں ان سے پوچھیں دو جسموں کے قرب کے باوجود ابھی ایک نامعلوم سی تشنگی باقی رہتی ہے اور پکار اٹھتا ہے۔

یہ محبت کا تقاضا ہے کہ احساس کی موت
تو ملا پر نہ تیرے ملنے کا ارماں گیا

اسی تڑپ کو ایک پنجابی شاعر نے ماہیے میں یوں بیان کیا ہے۔

جند سولی چڑھی رہندی قسم خدا دی چناں
سک ملیاں وی نہیں لہندی

{میری جان سولی پر لٹکی رہتی ہے، خدا کی قسم اے میرے چاند تجھے مل کر

بھی پیاس نہیں بجھتی}

اور آخر اس مخفی شدید تشنگی کے باعث عشق پکار اٹھتا ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

{میں تو ہو جاؤں، تو میں ہو جائے۔ میں بدن بن جاؤں، تو جان بن جائے۔تا کہ اس کے بعد کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ تو اور ہے اور میں اور ہوں}

8 ۔رب کائنات نے مرد اور عورت کی فطرت میں ایک دوسرے کی کشش رکھ دی ہے مگر ان کے ملاپ کے لئے حدود و قیود کا تعین بھی کر دیا ہے۔اگر ان حدود کے اندر رہ کر ملاپ ہو تو ثواب ہے اور اگر حد پھلانگ کر ملاپ ہو تو عذاب ہے۔نفس کا تزکیہ حاصل نہ ہو تو مرد کے دماغ میں ہر وقت عورت کا خیال۔بقول علامہ اقبال

ہند کے شاعر و صورت گرد افسانہ نویس
آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

اسی طرح عورت کے دل پر مرد کا قبضہ۔اگرچہ دنیا اس عورت کے حسن کی تعریفیں کرتی پھرے مگر وہ خود کسی نہ کسی مرد کے حسن کی پرستار ہو جاتی ہے۔

عورت اور مرد کے عشق کی بات چل پڑے تو کچھ لوگ لیلیٰ مجنوں کی محبت کی مثال پیش کرتے ہیں۔بات یہ ہے کہ مجنوں کا اصل نام قیس تھا یہ سیدنا امام حسنؓ کے زمانے میں ہوا ہے۔لیلیٰ کی محبت میں بہت مغلوب الحال تھا۔ایک مرتبہ سیدنا امام حسنؓ سے ملا تو آپ نے فرمایا کہ قیس دیکھو میں نے حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ صلح کر لی ہے،

حکومت میں نے ان لوگوں کے حوالے کر دی جن کو جچتی تھی۔ قیس تھوڑی دیر خاموش رہا، سیدنا امام حسنؓ نے پوچھا کیا سوچ رہے ہو؟ کہنے لگا سوچ یہ رہا ہوں کہ حکومت تو لیلیٰ کو جچتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ انت مجنون۔ پس اس وقت سے اس کا نام مجنوں پڑ گیا۔ ایک مرتبہ مجنوں کے والد نے کہا کہ تمہاری وجہ سے مجھے بہت ذلت اٹھانی پڑتی ہے، تمہارے عشق کے قصے زبان زد عام ہیں، چلو میں تمہیں حرم شریف لے چلتا ہوں وہاں جا کر سچی توبہ کرو۔ جب مجنوں بیت اللہ شریف کے قریب حاضر ہوا تو غلاف کعبہ پکڑ کر یہ دعا مانگنے لگا۔

الٰہی تبت من کل المعاصی
و لکن حب لیلی لا اتوب

{یا اللہ میں ہر گناہ سے توبہ کرتا ہوں۔ لیکن لیلیٰ کی محبت سے توبہ نہیں کرتا}

جب مجنوں کے والد نے یہ شعر سنا تو ناراض ہو کر اس کی طرف دیکھا مجنوں نے دوسرا شعر بھی پڑھ دیا۔

رب لا تسلبنی حبها ابدا
و یرحم اللہ عبدا قال امینا

{اے میرے پروردگار مجھ سے اس کی محبت مت چھین، اللہ اس بندے پر رحم کرے جو میری دعا پر آمین کہے}

ایک مرتبہ مجنوں کو کسی نے دیکھا کہ ایک کتے کے پاؤں چوم رہا ہے۔ اس نے پوچھا کہ مجنوں تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ مجنوں نے کہا کہ یہ کتا لیلیٰ کی گلی سے ہو کر آیا ہے میں اس لئے اس کے پاؤں چوم رہا ہوں۔ ایسے مغلوب الحال اور فاتر العقل

انسان کو مجنون پاگل نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے۔

کسی فارسی شاعر نے یہی بات شعر میں کہی ہے

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بود
گفت گاہے ایں سگے در کوئے لیلیٰ رفتہ بود

مجنوں لیلیٰ کی گلی کا طواف کیا کرتا تھا اور یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔

اطوف علی جدران دیار لیلی   اقبّل ذالجدار و ذالجدار
وما حب الدیار شغفن قلبی   ولکن حب من سکن الدیار

{میں لیلیٰ کے گھر کی دیواروں کا طواف کرتا ہوں کبھی یہ دیوار چومتا ہوں کبھی وہ دیوار چومتا ہوں۔ اور دراصل ان گھروں کی محبت میرے دل پر نہیں چھائی بلکہ اس کی محبت جو ان گھروں میں رہنے والا ہے}

ایک مرتبہ حاکم شہر نے سوچا کہ لیلیٰ کو دیکھنا چاہئے کہ مجنوں اور اس کی محبت کے فسانے زبان زد عام ہیں۔ جب سپاہیوں نے لیلیٰ کو پیش کیا تو حاکم حیران رہ گیا کہ ایک عام سی لڑکی تھی نہ شکل نہ رنگ نہ روپ تھا۔ اس نے لیلیٰ سے کہا:

از دگر خوباں تو افزوں نیستی
گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی

{تو دوسری حسیناؤں سے زیادہ بہتر نہیں ہے۔ کہنے لگی خاموش رہ چونکہ تو مجنوں نہیں ہے}

اسی لئے عاشق نامرادیوں کہتے ہیں لیلیٰ را بہ چشم مجنوں باید دید

(لیلیٰ کو مجنوں کی آنکھوں سے دیکھنا چاہئے)

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو مخلوق کے حسن کو دیکھ کر اللہ کی قدرت کا نظارہ کرتے ہیں۔

؎ حسن خویش از روئے خوباں آشکارہ کردہ
پس بہ چشم عاشقاں خود را تماشہ کردہ

{اپنا حسن تو نے حسینوں کے چہرے پر ظاہر کر دیا۔ عاشقوں کی آنکھ سے تو اپنے آپ کو خود دیکھتا ہے}

عاشق نامراد کو جرم عشق میں قتل کیا جائے تو اس کی تمنا ہوتی ہے کہ میرا محبوب یہ نظارہ دیکھے۔

؎ بہ جرم عشق توام مے کشند و غوغا ایست
تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیت

{تیرے عشق کے جرم میں مجھے قتل کر رہے ہیں اور شور ہے، تو بھی چھت کے اوپر آ جا عجیب تماشا ہے}

9 - عاشق نامراد یوں سمجھتا ہے کہ محبوب کو دیکھنے سے میری آنکھوں کو اتنی لذت ملتی ہے کہ میرا دل حسد کرتا ہے اور محبوب کی باتیں سوچ کر میرے دل کو اتنا مزہ ملتا ہے کہ میری آنکھیں حسد کرتی ہیں۔

؎ القلب یحسد عینی للذۃ النظر
و العین تحسد قلبی للذۃ الفکر

{دل نظر کی لذت کی وجہ سے آنکھوں کے ساتھ حسد کرتا ہے۔ اور آنکھیں فکر کی لذت کی وجہ سے دل کے ساتھ حسد کرتی ہیں}

10 - عاشق نامراد یہ سمجھتا ہے کہ محبوب کو دیکھنے سے میرے اندر نئی زندگی آ جاتی

ہے۔

؎ ہر چند پیر و خستہ و بس ناتواں شدم
من ہر نظر بہ روئے تو کردم جواں شدم

{اگرچہ میں بوڑھا کمزور اور ضعیف ہو گیا ہوں، جس وقت میں نے تیری طرف نظر کی ہے تو جواں ہو گیا ہوں}

11 - عاشق نامراد محبوب کی ہر حرکت و ادا کو اچھا سمجھتا ہے اور اسے اپنے دل کی چاہت کے مطابق پاتا ہے۔

؎ کچھ یہی محسوس ہوتا ہے وفور شوق میں
ہر ادائے دوست جیسے میرے دل کا راز ہے

حسن فانی کا فریب:

جو لوگ کسی کی شکل و صورت پر فریفتہ ہوتے ہیں وہ حقیقت میں قابل رحم اور فریب خوردہ ہوتے ہیں۔

؎ حسن فانی کی سجاوٹ پر نہ جا
یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا

ایک ہے جسمانی ضرورت کا پورا ہونا وہ نکاح کے ذریعے ممکن ہے۔ اس کی ایک حد ہے۔ دوسرا ہے خواہشات کا پورا کرنا تو اس کی کوئی حد نہیں پس خواہشات کی تکمیل ممکن ہی نہیں۔ اسی لئے دین اسلام میں نکاح کو عبادات بنایا گیا ہے اور غیر محرم کی طرف دیکھنے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ ضرورت پوری کرو اور اسی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور قناعت کرو۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ اگر تمہاری نظر کسی غیر محرم پر پڑے اور تمہیں اس کا حسن اپنی طرف مائل کرے تو تم اپنی اہلیہ سے صحبت کرو

اس لئے کہ جو کچھ اس غیر محرم کے پاس ہے وہی کچھ تمہاری بیوی کے پاس بھی ہے۔ کسی کا قول ہے کہ روشنی بجھا دو سب عورتیں برابر ہو جائیں گی۔ رہی بات شکل و صورت اور رنگ ڈھنگ کی تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق بہت زیادہ ہے، ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت ہے۔ ہر شبیہ دوسرے سے مختلف ہے انسان بھلا کتنوں کو حاصل کر سکتا ہے۔ اگر نظر میلی ہو دل شہوت سے بھرپور ہو تو جسم انسانی اپنی خواہش پوری کرتے کرتے تھک جاتا ہے مگر ہوس ختم نہیں ہوتی شہوت ایک ایسی پیاس ہے جو کبھی بجھتی ہی نہیں۔ اس کے لئے خوف خدا سے زیادہ اکسیر دوا کوئی نہیں ہے۔

حضرت تھانویؒ سے ایک صاحب بیعت ہوئے جو اپنی خواہشات کے غلام تھے اور نفس کے سامنے عاجز آ چکے تھے۔ انہوں نے خط میں لکھا کہ حضرت مجھ میں غیر محرم یا امرد پر نظر ڈالنے کی طاقت تو ہوتی ہے ہٹانے کی طاقت نہیں ہوتی۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ طاقت اس قوت کو کہتے ہیں جو اپنے اختیار سے استعمال کی جائے یا نہ کی جائے، اگر کوئی کام کرنے کی سکت تو ہو مگر نہ کرنے کی سکت نہ ہو تو اسے بیماری کہتے ہیں قوت نہیں کہہ سکتے۔ پس آپ میں غیر محرم کی طرف دیکھنے کی بیماری ہے لہذا اس بیماری کا علاج کرائیں۔ اس نے دوبارہ خط لکھا کہ حضرت اب تو پہلی نظر ہی ڈالتا ہوں کہ پہلی نظر معاف ہے۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ پہلی نظر بغیر ارادہ کے ہو تو معاف ہے ورنہ ارادۃً تو پہلی نظر ڈالنے کی بھی اجازت نہیں۔ اس نے تیسرا خط لکھا کہ حضرت مخلوق اللہ تعالیٰ کی صفات کی آئینہ دار ہے پس میں حسینوں کو اللہ تعالیٰ کے جمال کا آئینہ سمجھ کر دیکھتا ہوں۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ ہاں حسینوں کے چہرے شیشے تو ہیں مگر آتشی شیشے ہیں جو جلاتے ہیں، یاد رکھو کہ ان چہروں کو دیکھنے کی وجہ سے جہنم میں جلنا پڑے گا۔ اس نے جوابی خط لکھا کہ میں نے سچی توبہ کر لی ہے۔

ایک صاحب اپنے پیر و مرشد کی خانقاہ میں اصلاح کے لئے قیام پذیر تھے اکثر اوقات لنگر کی خدمت میں مشغول رہتے ایک عورت کبھی کبھی کوڑا کرکٹ کی صفائی کرنے آتی تو یہ اس کی طرف للچائی نظروں سے دیکھتے۔ عورت تقیہ نقیہ اور پاک باز تھی، اس نے حضرت کی خدمت میں جا کر پوری صورت حال بیان کر دی کہ آپ کا فلاں مرید للچائی نظروں سے میری طرف دیکھتا رہتا ہے۔ حضرت متفکر ہوئے کہ اس مرید کی اصلاح کے لئے کونسا طریقہ اختیار کیا جائے۔ اسی دوران وہ عورت اسہال کے مرض میں گرفتار ہو گئی۔ حضرت کو علم ہوا تو آپ نے اس عورت سے کہا کہ کسی ایک بیت الخلاء کو استعمال کرو تا کہ نجاست و گندگی ایک ہی جگہ رہے۔ اس نے اسی طرح کیا چند دن کے بعد اس عورت کی طبیعت تو ٹھیک ہو گئی مگر نقاہت اور کمزوری بہت زیادہ ہو گئی، ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئی۔ پھر جب صفائی کے لئے لنگر میں آئی اور ان صاحب نے دیکھا تو چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔ خادمہ نے یہ بات بھی حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کر دی۔ حضرت نے ان صاحب کو بلایا اور بیت الخلاء کی طرف اشارہ کیا کہ جا کر دیکھئے وہاں آپ کا محبوب ہے۔ وہ شخص گیا جا کر دیکھا تو نجاست و گندگی کا ڈھیر نظر آیا وہ صاحب حیران تھے کہ حضرت یہ گندگی کا ڈھیر میرا محبوب کیسے ہوا؟ حضرت نے فرمایا کہ صفائی کرنے والی عورت پہلے تمہارے سامنے گزرتی تھی تو تم للچائی نظروں سے دیکھتے تھے۔ جب کثرت اسہال سے یہ بیمار ہوئی تو اس کے جسم سے یہی گندگی نکلی۔ بیماری کے بعد جب تم نے دیکھا تو منہ دوسری طرف پھیر لیا، معلوم ہوا کہ تمہارا محبوب یہی نجاست کا ڈھیر تھا جو اس سے جدا ہو گیا تھا۔ ان صاحب نے معافی مانگی اور سچی توبہ کر لی۔

عشق مجازی کا انجام:

جو دنیا کی صورت پہ ہوتے ہیں شیدا
ہمیشہ وہ رنج و الم دیکھتے ہیں

عشق مجازی کا انجام محبّ ومحبوب میں جدائی اور دنیا وآخرت کی ذلت ورسوائی ہے۔ جو شخص مخلوق سے محبت کرے گا ایک نہ ایک دن اس سے جدا ہوگا یا جدا کر دیا جائے گا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا ایک نہ ایک دن اللہ تعالیٰ سے ملا دیا جائے گا۔

عشق بامردہ نباشد پائیدار
عشق را باحي و باقیوم دار

{مردے کے ساتھ عشق پائیدار نہیں ہوتا۔ عشق کو حي وقیوم کے ساتھ قائم رکھ}

حدیث پاک میں ہے حَبِّبْ مَنْ شِئْتَ فَاِنَّکَ مُفَارِقُہٗ (تو جس سے چاہے محبت کرلیں تو اس سے جدا ہو جائے گا)۔

عشق مجازی سے یاس اور حسرت کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

مرغ دل را گلشنے بہتر زکوئے یار نیست
طالب دیدار را ذوق گل و گلزار نیست
گفتم از عشق بتاں اے دل چہ حاصل کردہ
گفت ما را حاصلے جز نالہ ہائے زار نیست

{دل کے پرندے کے لئے محبوب کے کوچے کے سوا کوئی گلشن بہتر نہیں، دیدار کے طلب گار کو پھول اور باغ کا شوق نہیں میں نے پوچھا کہ اے دل! تو نے بتوں کے عشق سے کیا حاصل کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے نالہ و

فریاد کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا}

عاشق نامراد عشق بتاں کے ذریعے لذت وراحت تلاش کرتا ہے یہ بھلا کیسے ممکن ہے؟

عشق بتاں میں اسعد کرتے ہو فکر راحت
دوزخ میں ڈھونڈتے ہو جنت کی خواب گاہیں

انسان ذرا انجام پر غور کرے تو حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے آج جو مہ پارہ اور مہ جبیں ہے کل وہ مردہ زیر زمین ہے۔ ذرا شکستہ قبروں پر غور کرو کہ کیسے کیسے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے۔

شب کو جا نکلا تھا اک دن مزار یار پر
اس وجہ سے مثل ابر آنکھیں مری خونبار ہیں
قبر پر الحمد پڑھ کر دوست سے میں نے کہا
ہم گریباں چاک ماتم میں تیرے اے یار ہیں
شاد ہے کچھ تو بھی زیر خاک اے نازک بدن
شمع روشن ہے گلوں کے قبر پر انبار ہیں
کیا ہوا مرنے کے بعد اے راہی ملک عدم
لوگ کیسے ہیں وہاں کے اور کیا اطوار ہیں
منزلیں نزدیک ہیں یا دور ہیں کیا حال ہے
راہ کچھ بستیاں ہیں شہر ہیں بازار ہیں
جس محل میں جا کے تو اترا ہے اے رنگین ادا
کس طرح کا قصر ہے کیسے درو دیوار ہیں

چھت منقش کار ہے یا سادی یا رنگین ہے
تخت ہیں کیسے مطلا یا مرصع کار ہیں

پھول ہیں کس رنگ کے پتے ہیں کس انداز کے
مرغ زریں بال ہیں یا عنبریں منقار ہیں

بات کرنے کی صدا آتی ہے یا آتی نہیں
کس طرح کے لوگ ہیں سوتے ہیں یا بیدار ہیں

قبر سے آئی صدا اے دوست بس خاموش رہ
ہم اکیلے ہیں یہاں احباب نہ اغیار ہیں

وہ ہمارا پیکر نازک جو تجھ کو یاد ہو
آج خاک قبر کے اس پر منوں کے بار ہیں

اب زیادہ بات کر سکتے نہیں تو گھر کو جا
دل میں آزردہ نہ ہونا کیا کریں ناچار ہیں

موت کے وقت انسان کے سامنے زندگی کی حقیقت کھل جاتی ہے، سب خرمستیاں ختم اور سب نشے ہرن ہو جاتے ہیں یہ ہے عشق مجازی کی عبرتناک انجام۔ جس نے زندگی کو کامیابی سے ہمکنار کرنا ہو اسے چاہئے کہ عشق مجازی سے کنارہ کشی کرے۔

بعض حضرات نے حسن فانی سے رخ موڑ کر حسن حقیقی کی طرف قدم بڑھایا۔ دو واقعات درج ذیل ہیں۔

❶ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اپنی جوانی میں زن جمیل پر فریفتہ تھے۔ ایک رات اس نے کہا کہ میرے گھر کے باہر انتظار کرنا میں ملاقات کے لئے آؤں گی۔ آپ سردی کی لمبی رات میں جاگتے رہے، ٹھٹھرتے رہے اور انتظار کرتے رہے، وہ عورت وعدہ کے مطابق ملنے نہ آئی۔ جب صبح کی اذان ہوئی تو آپ کے دل پر چوٹ پڑی۔ آپ نے سوچا کہ ایک حسینہ کی خاطر ساری رات جاگتا رہا اور مجھے حسرت و افسوس کے سوا کچھ نہ ملا۔ کاش کہ میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں ساری رات جاگتا تو مجھے رحمت میں سے ضرور حصہ نصیب ہوتا۔ بس آپ نے سچی توبہ کی علم حاصل کر کے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے مراحل سے گزرے اور بالآخر امیر المومنین فی الحدیث بنے۔

❷ ایک صاحب شہزادی کی محبت میں گرفتار ہوئے، خود بھی حسین وجمیل تھے اور بادشاہ کے محل میں کام کرتے تھے۔ کسی نہ کسی ذریعے سے اس نے شہزادی تک اپنا پیغام پہنچا دیا، شہزادی نے بھی اس کے حسن وجمال کے تذکرے سن رکھے تھے، وہ بھی دل دے بیٹھی۔ دونوں کسی واسطے سے ایک دوسرے کو پیغام بھیجتے رہے مگر محل میں ملاقات کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ بالآخر شہزادی کو ایک تجویز سوجھی اس نے اپنے عاشق نامراد کو پیغام بھیجا کہ بادشاہ سلامت کو نیک لوگوں سے بڑی عقیدت ہے اگر آپ نوکری چھوڑ کر شہر سے باہر ایک ڈیرہ لگائیں اور کچھ عرصہ نیکی وعبادت میں مشغول رہیں حتی کہ آپ کی شہرت ہو جائے تو پھر میں آپ سے ملنے آجایا کروں گی۔ کوئی کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہوگی۔ عاشق نامراد نے محل کی نوکری کو خیر باد کہا اور شہر کے باہر ایک جگہ ڈیرہ لگا لیا، وضع قطع سنت کے مطابق اختیار کر لی، دن رات ذکر وفکر میں مشغول ہو گیا۔ کچھ عرصے کے بعد لوگوں میں اس کی نیکی کا خوب چرچا ہوا، شہزادی تو موقع کی تلاش میں تھی۔ اس نے بادشاہ سے اجازت طلب کی اور دعائیں لینے کے بہانے سے اس عاشق نامراد سے ملنے آئی۔ ڈیرے پر پہنچ کر اس نے سب لوگوں کو باہر کھڑا کر دیا اور خود اکیلی اندر آ گئی۔ عاشق نامراد نے اسے دیکھا تو کہا بی بی باہر چلی جاؤ۔ آپ بغیر اجازت کیسے یہاں آ گئی ہو؟ شہزادی نے یاد دلایا کہ میں وہی ہوں جس کے حسن وجمال پر آپ فریفتہ تھے۔ تنہائیوں میں بیٹھ کر آہیں بھرتے تھے، ملاقات کی خاطر تڑپتے تھے، آج میں آپ سے ملنے آئی ہوں، تنہائی ہے، موقع

غنیمت سمجھو۔اس نے منہ پھیر کر کہا بی بی وہ وقت چلا گیا میں نے تمہاری ملاقات کے لئے نیکی کی روش کو اختیار کیا تھا مگر اب میرا دل شہنشاہ حقیقی کی محبت میں لبریز ہو چکا ہے۔اب تمہاری طرف دیکھنا بھی مجھے گوارا نہیں۔

ایک مرتبہ امیر تبلیغی جماعت سید انعام الحسن شاہ صاحب ؒ اجتماع کے موقع پر بیان فرما کر اپنی خواب گاہ کی طرف چلے، پیچھے پیچھے معتقدین بھی چل رہے تھے۔حضرت نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک شخص دست بستہ پیچھے پیچھے روتا ہوا آ رہا ہے۔چند قدموں پر حضرت نے پھر مڑ کر دیکھا تو وہ شخص بدستور روتا ہوا چلا آ رہا ہے۔حضرت ؒ نے چند قدم آگے بڑھ کر پھر دیکھا تو وہ بدستور روتا ہوا آ رہا ہے۔آپ نے نہایت شفقت بھرے لہجے میں فرمایا بھائی آپ کیوں رو رہے ہیں؟ میں کیا امداد کر سکتا ہوں؟ اس شخص نے جواب دیا، حضرت آپ کے عشق کی وجہ سے رو رہا ہوں۔آپ نے فرمایا اللہ کے بندے اس حي وقیوم کے ساتھ عشق لگا جو ہمیشہ زندہ ہے، مجھ فانی کے ساتھ عشق لگانے کی کیا ضرورت ہے، کل آخر مر جاؤں گا۔بھائی اس ذات سے عشق لگا جو ہر عاشق کی قدر کرتی ہے تجھ جیسے میرے کتنے محبت کرنے والے ہیں، میں کس کس کی محبت کی قدر کر سکتا ہوں اس ذات سے عشق لگاؤ جو تمہارے عشق کی دنیا و آخرت میں قدر کرے۔میں کل مر جاؤں گا تو پھر کس سے عشق کرے گا۔

عشق آں زندہ گزیں کو باقی است
وز شراب جانفزایت ساقی است

{اس حي وقیوم کا عشق اختیار کرو جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی ہے اور تیرے لئے شراب روح پرور کا ساقی ہے}

یاد رہے جو عشق و محبت مخلوق کے ساتھ اللہ کی وجہ سے ہو وہ اللہ ہی کی محبت گنی جاتی ہے، مرشد کے ساتھ محبت اللہ کی محبت ہی کی وجہ سے ہے۔

اللہ رب العزت سے محبت کرنا اور اس کے احکام بجالانا عشق حقیقی کہلاتا ہے۔
عشق حقیقی سے دنیا میں بھی کامیابی اور آخرت میں بھی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔
جنہیں عشق حقیقی کا قطرہ نصیب ہو جاتا ہے دنیا ان کی نظروں میں ہیچ ہو جاتی ہے۔
زلف فتنہ گر ان کی نظر میں دم خر بن جاتی ہے۔ظاہری شکل وصورت کی چمک دمک سے وہ اپنی آنکھوں کو بند کر لیتے ہیں اور اسے دھوکا سمجھتے ہیں۔

ایک دفعہ مالک بن دینار ؒ کہیں جا رہے تھے کہ ایک خوبصورت باندی کو دیکھا کہ زرق برق کپڑے پہنے ہوئے ناز و انداز سے جا رہی ہے۔آپ کے دل میں خیال آیا کہ اس کو نصیحت کرنی چاہئے۔چنانچہ آپ اس کے قریب ہوئے اور پوچھا اے باندی کیا تمہیں تمہارا آقا بیچنا چاہتا ہے۔اس نے کہا کیوں؟ فرمایا میں تمہیں خریدنا چاہتا ہوں۔وہ باندی سمجھی کہ میرا حسن و جمال دیکھ کر اس بوڑھے کا دل بھی قابو میں نہیں رہا۔اس نے اپنے نوکروں سے کہا کہ اس بوڑھے کو ساتھ لے چلو ہم اپنے آقا کو یہ بات ضرور سنائیں گے۔چنانچہ آپ ان کے ساتھ چل دیئے۔جب مالک کے گھر پہنچے تو باندی نے ہنستے مسکراتے ٹھک ٹھک کر اپنے مالک کو واقعہ سنایا کہ ایک بوڑھا بھی مجھے دیکھ کر دل دے بیٹھا، ہم اسے ساتھ لائے ہیں۔مالک نے حضرت سے پوچھا ارے بوڑھے میاں کیا آپ یہ باندی خریدنا چاہتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا، ہاں۔ مالک نے پوچھا کتنے میں خریدو گے؟ حضرت نے فرمایا دو خشک کھجوروں کے بدلے میں۔مالک یہ جواب سن کر حیران رہ گیا۔پوچھنے لگا کہ اتنی تھوڑی قیمت کس مناسبت سے لگائی؟ حضرت نے فرمایا کہ اس میں عیب بہت ہیں۔ایک تو اس کا حسن فانی ہے

ایک دن ختم ہو جائے گا، دوسرا عنقریب بوڑھی ہو جائے گی منہ پر جھریاں پڑ جائیں گی تو دیکھنے کو دل نہ چاہے گا۔ چند دن نہ نہائے تو جسم سے بو آنے لگے، سر میں جوئیں پڑ جائیں، منہ سے بھی بدبو آنے لگے، دانت گندے نظر آئیں۔ بال نہ سلجھائے تو خوفناک شکل بن جائے پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ بے وفا ایسی ہے کہ آج تمہارے پاس ہے کل جب تم مرو گے تو کسی اور کے پاس چلی جائے گی۔ مالک نے کہا یہ سب باتیں ٹھیک ہیں مگر آپ نے دو خشک کھجوروں کی قیمت کیسے لگائی؟ حضرت نے فرمایا کہ مجھے ایک خادمہ ملتی ہے جس کا حسن و جمال ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ جب مسکرائے تو دانتوں سے نور کی شعائیں نکلیں، کپڑے ایسے کہ ستر ہزار رنگ جھلک رہے ہوں گے، اگر اپنے کپڑے کا پلو آسمان دنیا سے نیچے کر دے تو سورج کی روشنی ماند پڑ جائے، اگر مردے سے ہمکلامی کرلے تو مردہ زندہ ہو جائے۔ باوفا اتنی کہ اس کے دل میں محبت کی لہریں اٹھتی مجھے خود نظر آئیں، اگر کھارا پانی میں تھوک ڈال دے تو وہ میٹھا ہو جائے۔ یہ باندی مجھے رات کے آخری پہر میں کھڑے ہو کر دو رکعت تہجد پڑھنے سے مل جاتی ہے۔ مالک کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اس نے کہا حضرت آپ نے میری حالت بدل دی۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا با جان جاں ہمراز کردی

{اللہ تجھے بدلہ دے کہ میری آنکھیں کھول دیں اور مجھے اپنے محبوب کا راز دان بنایا}

مالک نے سچی توبہ کرلی اور بقیہ زندگی نیکی کے ساتھ گزاری کسی نے سچ کہا ہے

خاک ہو جائیں گے قبروں میں حسینوں کے بدن
ان کے ڈھیر کی خاطر راہ پیغمبری نہ چھوڑ

ایک بزرگ اپنی مجالس میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے تو اللہ کی محبت کا ولولہ ایک عورت کی وجہ سے حاصل کیا۔ ایک صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ کیا معاملہ؟ چلو ذرا تحقیق تو کریں اس نے ان بزرگ سے تنہائی میں پوچھا حضرت! یہ عورت والا واقعہ کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں دارالافتاء میں بیٹھا کام کر رہا تھا ایک عورت آئی اور اس نے فتویٰ مانگا کہ مرد ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟

میں نے کہا شرعی اعتبار سے تو اس کو چار شادیوں تک کی اجازت ہے میں اسے کیسے روک سکتا ہوں؟ اس نے کہا کہ دوسرے مردوں کے لئے یہی اصول ہے لیکن آپ میرے خاوند کے لئے لکھ دیں کہ وہ اور کسی سے شادی نہیں کرسکتا۔ میں نے انکار کر دیا۔ اب ادھر سے اصرار اور ادھر سے انکار۔ ادھر سے اصرار اور ادھر سے انکار۔ بالآخر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا حضرت! شریعت کا حکم مانع ہے ورنہ میں نقاب اٹھاتی اور آپ میرا حسن و جمال دیکھتے تو لکھنے پر مجبور ہو جاتے کہ جس شخص کی بیوی اتنی خوبصورت ہو اس کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں۔ خیر میں نے پھر بھی انکار کیا تو وہ چلی گئی مگر میرے اندر عشق الٰہی کا دیپ جلا گئی۔ اگر ایک عورت کو اپنے حسن و جمال پر اتنا ناز ہے تو اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کا کیا عالم ہوگا؟ کیا وہ چاہے گا کہ اس کے ہوتے ہوئے انسان کسی دوسرے کی طرف محبت کی نگاہ ڈالے۔

کوئی جی بھرنے کی صورت ہی نہیں میرے لئے
کیسے دنیا بھر کے ہو جائیں حسیں میرے لئے
اب تو ذوق حسن اپنا یوں کہے ہو کر بلند
حسن اوروں کے لئے حسن آفریں میرے لئے

ایک اہم نکتہ:

اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے جس کسی کے ساتھ محبت کا حکم دیا ہے اس سے عشق کرنا درحقیقت محبت الٰہی ہی کی تکمیل ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ

{اے اللہ میں آپ کی محبت چاہتا ہوں اور جو آپ سے محبت کریں ان کی بھی محبت چاہتا ہوں}

پس نبی اکرم ﷺ سے عشق کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ہی عشق کرنا ہے۔ اسی طرح صحابہ اکرامؓ، اہلبیت عظام اور اولیاء کرام سے محبت کرنا بھی اسی زمرے میں شامل ہے۔ مزید برآں شیخ سے محبت کرنا بھی اسی محبت کی وجہ سے ہے حضرت نثار فتحی کے کچھ شعر ذرا تبدیلی کے ساتھ

مدت ہوئی ہے شیخ سے بچھڑے ہوئے مگر
ہو کل کی بات جیسے ہر اک بات یاد ہے
ہر شب شب برأت تھی ہر روز روز عید
تاریک دل پر نور کی برسات یاد ہے
سینے سے لگ کے پیار سے ہاتھوں کو چومنا
اب تک مجھے وہ پہلی ملاقات یاد ہے

تاہم مخلوق کی ان محبتوں میں حدود و قیود ہیں ان سے کچھ بڑھانا یا گھٹانا گناہ میں شامل ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ سے محبت کرنا شرط ایمان ہے جب کہ پیرومرشد، ماں باپ، اور بیوی بچوں سے محبت کرنا عشق الٰہی ہی کی تکمیل ہے۔ پس عشق حقیقی یہ

ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہو اور جس کی محبت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس سے بھی محبت ہو۔

عشق حقیقی اور عشق مجازی کا تقابل:

- عشق حقیقی جائز اور عبادت ہے جب کہ عشق مجازی ناجائز اور گناہ ہے۔
- عشق حقیقی سے دین و دنیا آباد جب کہ عشق مجازی سے دین و دنیا برباد ہوتی ہے۔
- عشق حقیقی سے ایک نہ ایک دن وصل نصیب ہوگا جب کہ عشق مجازی میں ایک نہ ایک دن محبوب سے جدائی ہوگی۔
- عشق حقیقی سے دل منور ہوتا ہے جب کہ عشق مجازی سے دل سیاہ ہوتا ہے
- عشق حقیقی سے دل زندہ ہوتا ہے جب کہ عشق مجازی سے دل مردہ ہوتا ہے
- عشق حقیقی سے عزت ملتی ہے جب کہ عشق مجازی سے ذلت ملتی ہے۔
- عشق حقیقی کا جوش دائمی ہوتا ہے جب کہ عشق مجازی کا ابال وقتی ہوتا ہے
- عشق حقیقی والوں کا ٹھکانہ جنت ہے جب کہ عشق مجازی والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔
- عشق حقیقی کی راہ میں ہر پریشانی راحت ہے جب کہ عشق مجازی میں ہر پریشانی عذاب ہے۔
- عشق حقیقی والوں کے چہروں پر بہار کی تازگی اور عشق مجازی والوں کے چہروں پر خزاں کی بے رونقی ہوتی ہے۔ (تلک عشرۃ کاملۃ)

عاشق صادق کی ساری زندگی موت کی تیاری کرنے میں گزرتی ہے کیونکہ موت ایک پل ہے جس پر سے گزر کر وصال یار ہوتا ہے پس جب موت کا وقت قریب آتا ہے تو اس پر خوشی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

؎ شکر للہ کہ نمردیم و رسیدیم بدوست
آفریں باد بریں ہمت مردانہ ما

{اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں مرا نہیں بلکہ دوست تک پہنچ گیا، میرے مردانہ ہمت کو شاباش دو}

اسے جب خیال آتا ہے کہ آج امتحان کی گھڑیاں ختم ہوں گی اور موت ایک پل کی مانند ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملا دیتی ہے تو اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔

؎ ہیں سرور وصل سے لبریز مشتاقوں کے دل
کر رہی ہیں آرزوئیں سجدہ شکرانہ آج

عاشق صادق کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو دوست احباب طبیب کو بلاتے ہیں تا کہ اس کو بیماری سے شفا کے لئے دوا دی جا سکے جب کہ مرنے والے کی کیفیت

یہ ہوتی ہے کہ آج موت سے زیادہ اکسیر دوا کوئی نہیں ہے۔

؎ از سر بالیں من برخیز اے ناداں طبیب
درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست

{اے نادان طبیب میرے سرہانے سے اٹھ جا، عشق کے دردمند کے لئے دیدار کے سوا اور کوئی علاج نہیں}

موت کے قریب عاشق صادق کی بعض اوقات ایسی کیفیت ہوتی ہے جیسا کہ وہ ایک تھکا ماندہ سائل ہے جو حبیب کے دروازے تک آ پہنچا ہے اور اب وہ دروازہ کھلے گا تو محبوب اس کے دامن کو گوہر مراد سے بھر دے گا۔

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

{ہم مفلس ہیں تمہاری گلی میں آئے ہیں، اللہ کے واسطے اپنے حسن سے کچھ عطا کیجئے۔ اپنے ہاتھ کو ہمارے کشکول کی طرف بڑھائیں تمہارے ہاتھوں اور بازوؤں پر آفریں ہو}

عاشق صادق کی آخری تمنا یہی ہوتی ہے کہ اسے نماز کے سجدے میں موت آ جائے یا مدینہ طیبہ میں موت آئے تا کہ اس کی بے قراری کو ہمیشہ کے لئے قرار آ جائے۔

؎ جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

موت کے وقت عشاق کی کیفیت درج ذیل واقعات سے واضح ہو سکتی ہے۔

1 - حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے سامنے پڑھا گیا۔ جان بدہ، جان بدہ، جان بدہ (جان دے دو، جان دے دو، جان دے دو) اور یہ کہہ کر فوت ہو گئے۔

2 - ایک عاشق صادق طواف کعبہ کے لئے اپنے گھر سے روانہ ہوئے۔ جب اس کی نظر بیت اللہ شریف پر پڑی تو عجیب کیفیت میں یہ شعر پڑھ کر فوت ہو گئے۔

چو رسی بکوئے دلبر بسپار جان مضطر

کہ مبادا بار دیگر نرسی بدیں تمنا

{جب محبوب کے کوچے میں پہنچ جائے تو بے قرار جان کو سپرد کر دے۔ ایسا نہ ہو کہ دوبارہ اس تمنا کو نہ پہنچ سکے}

3 - محدث ابوذرعہؒ کو ایک لاکھ احادیث اس طرح یاد تھیں جس طرح عام لوگوں کو سورۃ اخلاص یاد ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ طلباء کو حدیث پڑھا رہے تھے کہ مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (جس کا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہو) یہ کہا اور فوت ہو گئے گویا دَخَلَ الْجَنَّةَ کی عملی تصویر بن گئے۔

4 - حضرت خواجہ فرید الدینؒ عطار ایک مرتبہ اپنی دکان پر بیٹھے ہوئے تھے ایک فقیر بے نوا داخل ہوا اور چاروں طرف دیوار کے ساتھ پڑی شیشیوں کو غور سے دیکھتا رہا۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے تو اس نے کہا کہ آپ کی جان اتنی شیشیوں میں اٹکی ہوئی ہے یہ کیسے نکلے گی؟ آپ نے فرمایا میاں جیسے تمہاری جان نکلے گی ویسی ہی ہماری جان نکلے گی۔ اس فقیر نے یہ سنا تو وہیں فرش پر لیٹ کر کپڑا اپنے اوپر اوڑھ کر کہا میاں ہماری جان تو ایسے نکلے گی۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جب آپ نے قریب پہنچ کر اسے ہلایا جلایا تو دیکھا کہ وہ تو اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر چکا ہے۔ آپ کے دل پر اس واقعہ کا بڑا گہرا اثر ہوا آپ کی زندگی کا رخ بدلا۔ حتیٰ کہ

آپ خواجہ فرید الدین عطارؒ بنے اور آپ نے تذکرۃ الاولیاء کتاب لکھی۔

5 - حضرت سری سقطیؒ ایک مرتبہ چند فقراء کے ہمراہ ذکر و شغل میں مشغول تھے کہ ایک عاشق صادق آیا اور پوچھنے لگا کہ یہاں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں پر انسان مر سکے۔ آپ یہ سن کر حیران ہوئے اور قریبی کنوئیں اور مسجد کی طرف اشارہ کیا کہ ہاں وہ جگہ ہے۔ وہ شخص وہاں گیا کنوئیں کے پانی سے وضو کیا مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور لیٹ گیا۔ جب اگلی نماز کا وقت آیا تو لوگ مسجد میں داخل ہوئے تو کسی نے ان کو جگانا چاہا کہ نماز کا وقت قریب ہے، دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے تھے۔

6 - ممشاد دینوریؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو کسی نے دعا دی، اے اللہ! ممشاد کو جنت کی نعمتیں عطا فرما۔ آپ نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا اور کہا گزشتہ بیس سال سے جنت خوب مزین کر کے میرے سامنے پیش کی جاتی رہی مگر میں نے ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے نظر ہٹا کر اس کی طرف نہیں دیکھا۔

7 - حضرت ابن فارضؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے سامنے جنت کو پیش کیا گیا تو وہ طالب دیدار مولیٰ تھے۔ انہوں نے شعر پڑھا

ان كان منزلتی فی الحب عندكم

ما قد رائيت فقد ضيعت ايامی

{اگر محبت میں میرا مرتبہ آپ کے ہاں یہ ہے جو میں نے دیکھا تو پھر میری زندگی ضائع ہو گئی}

8 - ایک بزرگ اپنے مرض الموت میں گرفتار تھے والدہ بھی پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کی چھوٹی بیٹی ان کے پاس آئی اور چاہتی تھی کہ ابو مجھ سے کھیلیں اور باتیں کریں وہ خاموش آنکھیں بند کئے لیٹے محو ذکر و فکر رہے۔ بیٹی ان سے روٹھ گئی اور اپنی دادی

سے کہنے لگی کہ اب میں ابو سے نہیں بولوں گی۔ چنانچہ دادی نے ان بزرگوں سے کہا دیکھو یہ چھوٹی بیٹی آپ سے ناراض ہوگئی ہے آپ اسے منالیں۔ انہوں نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور کہا کون بیٹی، کیسی بیٹی، ہم نے تو اپنے یار کو منالیا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ کہہ کر فوت ہوگئے۔

❾ - ایک صحابیؓ کو میدان جنگ میں تلوار کا وار لگا تو فرمایا فزت و رب الکعبه (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا) یہ کہہ کر شہید ہوگئے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

❿ - ایک نوجوان مراقبہ میں مشغول تھے کہ اسی حال میں موت آگئی۔

ایک بزرگ نے موت کے وقت کہا:

يَا لَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ وَ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ

(کاش کہ میری قوم کو پتہ چلتا کہ بخش دیا مجھے پروردگار نے اور مجھے عزت والوں میں سے بنادیا)

ایک اور بزرگ نے موت کے وقت کہا:

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ

(اس جیسے کے لئے عمل کرنے والے عمل کریں)

⓫ - راقم الحروف کے ایک مہربان دوست تھے۔ بہت نیک، متقی اور متواضع انسان تھے۔ حج اور عمرے کرنے میں ہی ان کا وقت گزرتا تھا۔ جب ان کے سامنے محبت الٰہی کا تذکرہ کیا جاتا تو آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی لگ جاتی۔ عمر تقریباً اسی سال کے لگ بھگ تھی۔ ایک مرتبہ رمضان المبارک میں مسجد نبوی میں معتکف تھے کہ ریاض

الجنۃ میں عصر کی نماز ادا کرتے ہوئے سجدے میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ ایک وقت میں کتنی سعادتیں یکجا ہوئیں۔

(۱)۔مدینہ طیبہ میں موت آئی	(۲)۔مسجد نبوی میں موت آئی
(۳)۔ریاض الجنۃ میں موت آئی	(۴)۔وضو موت آئی
(۵)۔نماز کی حالت میں موت آئی	(۶)۔سجدے کی حالت میں موت آئی
(۷)۔روزے کی حالت میں موت آئی	(۸)۔اعتکاف کی حالت میں موت آئی
(۹) مسجد نبوی میں نماز جنازہ پڑھی گئی	(۱۰) جنت البقیع میں مدفون ہوئے

آخر کو اپنی خاک در مے کدہ ہوئی
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

(یہ اللہ کا فضل ہے، جس کو چاہے عطا کردیتے ہیں اللہ بڑے فضل والے ہیں)

⓬ - حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی وفات ہوئی تو لوگوں نے پیشانی پر لکھا ہوا دیکھا۔

هذا حبيب الله مات في حب الله

(یہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے یہ اللہ ہی کی محبت میں مرا ہے)

قبر میں عشاق کی حالت

جن عشاق کو موت کے وقت عنایات الٰہی کا ثمر نصیب ہوتا ہے ان کی قبر کے حالات بھی عجیب وغریب ہوتے ہیں۔

لحد میں عشق الٰہی کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

چند واقعات درج ذیل ہیں۔

◇ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی سے قبر میں فرشتوں نے پوچھا کہ کیا لائے ہو؟ جواب دیا کہ میرے آقا کا فرمان عظیم الشان تھا۔ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ (دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے) اب مجھے بتاؤ کہ قید خانے سے کوئی کیا لاسکتا ہے؟ فرشتے یہ جواب سن کر چلے گئے اور قبر کو باغ بنادیا گیا۔

◇ حضرت بایزید بسطامیؒ ایک شخص کو خواب میں نظر آئے اس نے پوچھا کہ قبر میں کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا، کہ فرشتے پوچھنے لگے کہ او بوڑھے! کیا لائے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ جب کوئی بادشاہ کے در پر آتا ہے تو یہ نہیں پوچھتے کہ کیا لائے ہو بلکہ یہ پوچھتے ہیں کہ کیا لینے آئے ہو؟ فرشتے یہ جواب سن کر خوش ہوئے۔

◇ رابعہ بصریہؒ اپنی وفات کے بعد کسی کو خواب میں نظر آئیں اس نے پوچھا کہ کیا بنا؟

فرمایا، کہ فرشتے آئے تھے پوچھنے لگے، مَنْ رَّبُّکَ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے جا کر کہہ دو کہ یا اللہ! تیری اتنی ساری مخلوق ہے اور ان میں سے تو مجھے ایک بوڑھی عورت کو نہیں بھولا، میرا تو تیرے سوا ہے ہی کوئی نہیں۔ بھلا میں تجھے کیسے بھول سکتی ہوں؟

◇ حضرت جنید بغدادیؒ سے قبر میں فرشتوں نے سوال کیا کہ مَنْ رَّبُّکَ۔ آپ نے فرمایا کہ میرا رب وہی ہے جس نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ فرشتے یہ جواب سن کر حیران ہوئے اور چلے گئے۔

◇ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنی وفات کے بعد کسی شخص کو خواب میں نظر آئے، اس نے پوچھا کہ حضرت! آگے کیا بنا؟ فرمایا کہ فرشتوں نے آ کر پوچھا کہ من ربک، میں نے جواب دیا کہ تم سدرۃ المنتہیٰ سے نیچے اتر کر (کھرب ہا کھرب میل کا فاصلہ طے کر کے) آئے اور اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولے تو کیا میں سطح زمین سے چار فٹ نیچے آ کر سب کچھ بھول جاؤں گا۔ پس میرے اوپر رحمت الٰہی کا دروازہ کھول کر میری قبر کو جنت بنا دیا گیا۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب مومن کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اللہ رب العزت فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ یہ میرا بندہ دنیا سے تھکا ماندہ آیا ہے۔ اسے کہہ دو کہ نَمْ کَنَوْمَۃِ الْعُرُوْسِ (دلہن کی نیند سو جا) یہاں محدثین نے ایک نکتہ لکھا ہے کہ یہ نہیں فرمایا کہ تو میٹھی نیند سو جا بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ تو دلہن کی نیند سو جا اس میں راز یہ ہے کہ جب دلہن سوتی ہے تو اس کو وہی جگاتا ہے جو اس کا محبوب (خاوند) ہوتا ہے یہ بندہ قبر میں دلہن کی نیند سو رہا ہے اس کو روز محشر وہ جگائے گا جو اس کا محبوب (اللہ تعالیٰ) ہوگا۔ دلہن جاگے تو خاوند کا مسکراتا چہرہ دیکھتی ہے، یہ عاشق صادق روز محشر جب جاگے گا تو اللہ تعالیٰ کو مسکراتا دیکھے گا۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ بعض لوگ روز محشر اس حال میں کھڑے ہوں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھ کر مسکرائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھ کر مسکرائیں گے۔ آواز آئے گی

يَا اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اِرْجِعِىْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِىْ فِىْ عِبَادِىْ وَ ادْخُلِىْ جَنَّتِىْ

{اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ جا وہ تجھ سے راضی تو اس سے راضی پھر تو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں چلا جا}

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کو بلکہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والوں کو عرش کا سایہ عطا کیا جائے گا۔ یہ وہ دن ہوگا جس دن عرش کے سائے کے سوا دوسرا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ عام لوگوں کے لئے قیامت کا دن ستر ہزار سال کے برابر ہوگا۔ جب کہ عشاق کے لئے وہ دن فجر کی دو رکعت سنتیں پڑھنے کے بقدر بنا دیا جائے گا ان کے لئے مشک و زبرجد کے ٹیلے ہوں گے جن پر وہ سیر کریں گے اور اپنے محبوب حقیقی کے جمال کا مشاہدہ کرتے رہیں گے۔

عاشقاں را با قیامت روز محشر کار نیست
عاشقاں را جز تماشائے جمال یار نیست

{عاشقوں کو قیامت کے ساتھ محشر کے دن کوئی کام نہیں عاشقوں کے لئے سوائے محبوب کے حسن کے مشاہدہ کے کوئی کام نہیں}

بعض عشاق کا تو یہ حال ہوگا کہ جنت کے دروازے پر پہنچ کر رضوان سے کہیں گے کہ ہم دنیا میں سنا کرتے تھے کہ جنت میں ہمیں دیدار ہوگا۔ رضوان داروغہ جنت اللہ تعالیٰ سے پوچھے گا رب کریم ابھی میزان عدل قائم نہیں ہوا اور یہ لوگ جنت میں داخلہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ اے میرے بندو! تم نے حساب کتاب تو دیا نہیں اور جنت میں جانے کے متمنی ہو۔ عشاق عرض کریں گے اے رب کریم! آپ جانتے ہیں کہ ہم نے دنیا سے رخ موڑا اور آپ سے رشتہ جوڑا تھا، ہمیں دنیاوی ناز و نعمت سے کوئی دلچسپی نہ تھی، ہم نے دنیا میں قناعت کی آپ سے محبت کرتے رہے، راتوں کو آپ کے حضور سربسجود رہتے، مناجات میں راز و نیاز کی باتیں کرتے غمزدوں کی طرح راتیں بسر کرتے اور آپ کی رضا جوئی کے لئے تڑپتے رہتے، جب ہماری موت آئی تو ہمارے پاس آپ کی محبت کے سوا کچھ باقی نہیں تھا۔

حضور یار ہوئی دفتر جنوں کی طلب
گرہ میں لے کے گریبان کا تار تار چلے

اب ہمارے کندھے پر تیرے در کی چٹائی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتے رضوان سے فرمائیں گے۔ رضوان! یہ لوگ میرے عشاق ہیں ان سے کیا حساب کتاب لینا، جنت کے دروازے کھول دو اور ان کو بغیر حساب کتاب کے اندر جانے دو۔

ایک روایت کا مفہوم ہے کہ وہ عشاق جو دنیا میں زہد و ریاضت اور فقر و فاقہ کی زندگی گزاریں گے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے معذرت فرمائیں گے جیسے ایک دوست کوئی چیز نہ دینے کی وجہ سے دوسرے دوست سے معذرت کرتا ہے۔

روز محشر عشاق کا مجمع حوض کوثر کے قریب لگے گا اللہ تعالیٰ کے محبوب شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین ﷺ انہیں حوض کوثر سے جام بھر بھر کر پلائیں گے۔ اپنے ہر ہر امتی کو وضو، نماز کے نشانات اور اعضاء کی نورانیت سے پہچانیں گے۔ فرشتے بھی امت محمدیہ ﷺ کے ان لوگوں کو دیکھ دیکھ کر نہال ہوں گے۔

جو پہنچا حشر میں ثاقب فرشتے سب پکار اٹھے
محمد کے غلاموں کے غلام کا غلام آیا

روز محشر کی سختیاں کفار مشرکین، منافقین اور فاسقین کے لئے ہوں گی۔ عشاق پل صراط سے ہوا کی تیزی سے گزریں گے۔ جب جہنم کے اوپر سے گزرنے لگیں گے تو جہنم کی گرمی ان کے نور ایمان کی وجہ سے ٹھنڈک میں بدلنے لگے گی۔ جہنم پکارے گی جلدی گزر جاؤ۔

روز محشر عشاق کو اللہ تعالیٰ شفاعت کا اختیار دیں گے۔ وہ اپنے ساتھ کئی گناہ گاروں کو لے کر جنت میں جائیں گے۔ محشر کی سختیوں سے وہ خود بھی بچیں گے اور دوسروں کے بچنے کا سبب بھی بنیں گے۔ ان کے سامنے ایک نور ہوگا جس کی روشنی میں ان کو جنت کے دروازے تک پہنچائیں گے۔

وَ سِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا

(اور لے جایا جائے گا ان لوگوں کو جو اپنے رب سے ڈرے جنت کی طرف گروہ گروہ)

دنیا میں جو اپنے دلوں میں محبت الٰہی کو پیدا کریں گے روز محشر ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ خصوصی عنایت کی نظر ہوگی اس دن مال واولاد کام نہ آئے گی۔

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ

(جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد نرینہ مگر جو اللہ کے پاس قلب سلیم کے ساتھ آئے گا)

یہ دنیا میں غربت و مسکنت کی زندگی گزارنے والے قیامت کے دن کے معزز مہمان ہوں گے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی ﷺ دعا مانگتے تھے

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مِسْكِیْنًا وَ اَمِتْنِیْ مِسْكِیْنًا وَ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِیْنِ

(اے اللہ مجھے مسکین ہی زندہ رکھنا اور مسکین ہی وفات دینا اور مجھے مساکین کی جماعت کے ساتھ اٹھانا)

اللہ وہ دل دے جو ترے عشق کا گھر ہو
دائم رحمت کی تری اس پر نظر ہو
دل دے کہ ترے عشق میں یہ حال ہو اس کا
محشر کا اگر شور ہو تو بھی نہ خبر ہو

اس دنیا میں آفتاب کا طلوع ہونا ہی آفتاب کی دلیل ہے، عطر کی خوشبو ہی اس کی موجودگی کا ثبوت ہے۔

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

(کستوری خود خوشبو دیتی ہے یہ نہیں کہ عطار اس کی تعریف کرے)

درج ذیل میں عشاق کی پہچان کے چند دلائل درج کئے جاتے ہیں۔

دلیل 1 عشاق کی پہچان بھی ان ہی کی اپنی ذات سے ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ سے اولیاء اللہ کی نشانی پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا الذین اذا راوا ذکر اللہ (جن کے دیکھنے سے اللہ یاد آئے) عاشق صادق کی پہچان اس کا پرانوار چہرہ اور اس کی وجاہت ہوتی ہے۔ اجنبی لوگ انہیں دیکھ کر پہچان لیتے ہیں۔ گو ان کی ظاہری وضع قطع بہت معمولی ہو مگر عقل سلیم رکھنے والا شخص ایک نظر ڈالتے ہی پہچان لیتا ہے۔ دل ان کی طرف اس طرح کھنچتے ہیں جس طرح لوہا مقناطیس کی طرف کھنچ جاتا ہے۔

دلیل 2 قرآن مجید میں عشاق کی تین نشانیاں بتائی گئی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ

زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ

(وہ لوگ کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرزنے لگتے ہیں اور جب ان کے سامنے آیات کی تلاوت کی جائے تو ان کے ایمان زیادہ ہونے لگتے ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں)

پہلی نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ جب انکے سامنے اللہ کا تذکرہ ہوتا ہے تو ان کے دل پھڑکنے لگتے ہیں۔ بقول

اک دم بھی محبت چھپ نہ سکی جب تیرا کسی نے نام لیا

دوسری نشانی یہ بتائی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں۔

دلیل 3 حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ نبی کریم ﷺ سے مومن (عاشق صادق) کی نشانی پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا

اَلتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَ الْاِنَابَةُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ

ایک نشانی تو یہ ہے کہ دھوکے والے گھر سے ان کا دل اکتا جائے۔ دنیا اپنی دلچسپیوں اور حشر سامانیوں کے باوجود ان کا دل نہ لبھا سکے دنیا سے اس کی رنگینیوں سے دل متاثر نہ ہو۔ بقول علامہ اقبالؒ

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یا رب
کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

دوسری نشانی یہ ہے کہ ہمیشہ رہنے والے گھر یعنی جنت کی طرف ان کی توجہ مرکوز ہو جائے۔ تیسری نشانی یہ ہے کہ موت سے قبل اس کی تیاری، جس طرح محب اپنے محبوب سے ملاقات کی تیاری کرتا ہے۔ بقول شاعر

اے بادِ صبا دیکھو تو کسی مہمان جو آنے والے ہیں
کلیاں نہ بچھانا راہوں میں ہم پلکیں بچھانے والے ہیں

عاشق صادق بھی اپنے محبوب حقیقی سے ملاقات کی تیاری کرتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ (موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملا دیتی ہے)۔

دلیل 4 عربی کا مشہور شعر ہے

لو کان حبک صادقا لاطعته
ان المحب لما یحب مطیع

{یعنی اگر تیری محبت سچی ہے تو اس کی اطاعت کرے گا بیشک محبوب محب کا مطیع ہوتا ہے}

عاشق صادق ہمیشہ اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔ پس یہی سب سے بڑی پہچان ہے۔ عاشق صادق کی پوری زندگی شریعت و سنت کے مطابق ہوتی ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کے سامنے خربوزہ پیش کیا گیا۔ آپ نے پوچھا کہ اس کو کس طرح کاٹ کر کھانا سنت ہے۔ علمائے مجلس کے پاس کوئی واضح سند نہ تھی آپ نے اس کو کھانے سے ہی انکار کر دیا کہ ممکن ہے میں ایک طریقے سے کھاؤں مگر نبی ﷺ نے اس کو دوسرے طریقے سے کھایا ہو تو سنت کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اگر اس قسم کی چیزوں میں جس طریقے سے بھی انسان کھائے شریعت میں اجازت ہوتی ہے مگر عشاق تو محبوب کے نقش قدم پر چلنا ہی اپنا سرمایہ حیات سمجھتے ہیں۔

دلیل 5 عاشق صادق کی ایک خاص پہچان یہ ہے کہ وہ محبوب کے غیر کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اسی لئے شرع شریف میں جس طرح اللہ

تعالیٰ سے محبت کرنا عبادت ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے غیر سے بغض رکھنا بھی عبادت ہے۔ ماسوا کی محبت سے عاشق صادق کا دل خالی ہوتا ہے۔ وہ لا الہ الا اللہ کی تلوار سے ماسوا کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔ عشق حقیقی کی بات تو بہت بلند ہے عشق مجازی والے بھی اس چیز کو پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ ایک شخص نے کسی حسینہ کو دیکھا تو کہنے لگا کہ میں تمہارا عاشق ہوں اور تمہیں چاہتا ہوں۔ اس نے کہا میرے پیچھے میری بہن آ رہی ہے وہ مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ وہ شخص پیچھے دیکھنے لگا تو اس حسینہ نے اپنا جوتا اس کے سر پر رسید کیا اور کہا کہ او جھوٹے اگر تجھے مجھ سے عشق تھا تو پھر کسی اور طرف دیکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ ایک شخص نے ملکہ زبیدہ خاتون کے عشق کا دعویٰ کیا تھا۔ زبیدہ نے اسے بلا کر کہا کہ تم کافی بڑی رقم لے لو اور یہ بات نہ کرو۔ اس نے کہا کتنی؟ زبیدہ نے کہا دس ہزار دینار۔ یہ بات سن کر وہ چپ ہو گیا۔ زبیدہ نے ہارون الرشید سے کہا کہ یہ جھوٹا مکار ہے اسے جوتے لگوا دو، جب جوتے پڑے تو دماغ ٹھیک ہو گیا۔

دلیل 6 حضرت خواجہ عثمان ہارونی فرمایا کرتے تھے کہ عاشق صادق کی تین نشانیاں ہیں

......۱) زمین کی طرح عاجزی ہو۔
۲) آفتاب جیسی شفقت ہو۔
۳) سمندروں جیسی سخاوت ہو۔

دلیل 7 کسی شاعر کا عجیب کلام ہے۔

عاشقاں را سہ نشانی اے پسر
رنگ زرد و آہ سرد و چشم تر

{اے طفل عاشقوں کی تین نشانیاں ہیں رنگ زرد، آہ سرد، چشم تر}

سالکین طریقت کی بھی تین نشانیاں ہیں کم خوردن کم گفتن و کم خفتن، کم کھانا، کم

بولنا، کم سونا۔ یہ کل چھ نشانیاں ہوگئیں۔ پہلی نشانی یہ کہ رنگ زرد ہوتا ہے۔ کثرت مجاہدہ وریاضت کی وجہ سے عموماً ایسا ہوتا ہے۔ دوسری نشانی ہے کہ آہ سرد ہوتی ہے، محبوب کے ہجر میں ٹھنڈی آہیں بھرنا عشاق کا شیوہ ہوتا ہے۔ تیسری نشانی یہ کہ چشم تر ہوتی ہے دل کا حال اور ابال آنکھوں کے راستے باہر آتا ہے۔ چوتھی نشانی ہے کہ کم کھاتے ہیں، عاشق صادق دال ساگ کے لطف اور مزے کے پیچھے نہیں پڑتا فقط کمر سیدھی رکھنے کے لئے کھانا کھاتا ہے۔ پانچویں نشانی ہے کہ کم بولتے ہیں۔ جو باطن میں محبوب سے محوِ گفتگو ہو اسے ظاہر میں زیادہ باتیں کرنے کا چسکا نہیں ہوتا۔ اکثر اولیاء اللہ ضرورت کے مطابق بات کرتے ہیں ورنہ خاموش رہنا ان کی عادت ہوتی ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ ہر وقت خاموش رہتے ہیں اگر کچھ وعظ ونصیحت فرمایا کریں تو لوگوں کو فائدہ ہوجائے گا۔ آپ نے فرمایا جس نے ہماری خاموشی سے کچھ نہیں پایا وہ ہماری باتوں سے بھی کچھ نہیں پائے گا۔

چھٹی نشانی یہ ہے کہ کم سوتے ہیں، عاشق صادق کو نیند کہاں آتی ہے۔ اس کی راتیں تو ذکر وعبادت میں گزرتی ہیں۔ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ سالک جب تک نیند کے غلبہ سے گر نہ جائے یا گرنے کے قریب نہ ہوجائے اس وقت تک اسے سونا نہیں چاہیے۔

؎ عشق میں خواب کا خیال کسے
نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی

عاشق صادق ساری زندگی اسی اضطراب اور بے قراری میں گزار دیتا ہے حتیٰ کہ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ کا معاملہ اس پر صادق آجاتا ہے۔

محبت کا اثر ہونے نہ پائے
انہیں میری خبر ہونے نہ پائے
محبت کے سفر میں شرط یہ ہے
مکمل یہ سفر ہونے نہ پائے

آج کے مادی دور میں انسان اپنے جسمانی تقاضوں کو پورا کرنے میں اتنا مگن ہے کہ اللہ تعالیٰ سے لگن والا معاملہ غفلت کا شکار ہے۔ جسے دیکھو وہ نفس کی مکاریوں کا شکار بنا ہوا ہے اور نفس کی پوجا میں مشغول ہے۔

حال دل جس سے میں کہتا کوئی ایسا نہ ملا
بت کے بندے تو ملے اللہ کا بندہ نہ ملا

ایسے لگتا ہے کہ وہ سینے جو عشق الٰہی کی زیادتی سے سرخ انگاروں کی طرح گرم رہتے تھے آج راکھ کے ڈھیر کی طرح بجے ہوئے ہیں۔

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی
لبھاتا ہے دل کو بیان خطیب
مگر لذات شوق سے بے نصیب
وہ صوفی کہ تھا خدمت حق میں مرد
امانت میں یکتا دیانت میں فرد
عجم کے خیالات میں کھو گیا
وہ سالک مقامات میں کھو گیا
بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اعمال کی حقیقت سے لوگ نا آشنا بن چکے ہیں۔ نماز کی حاضری ہوتی ہے مگر حضوری سے ناواقف ہیں، روزے کی وجہ سے جسم کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے مگر گناہوں سے کامل پرہیز نصیب نہیں ہوتا، پیٹ کا روزہ رکھا مگر آنکھ کے روزے سے محروم رہے۔

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

ایک وقت تھا کہ نوجوان رات کے آخری پہر میں اٹھتے تھے بارگاہ الٰہی میں سر جھکاتے تھے اور لا الہ الا اللہ کی ضربوں سے دل کو گرماتے تھے، آج وہ چہرے نظر نہیں آتے جو غمزدوں کی طرح راتیں بسر کیا کرتے تھے۔

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے
آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

مومن کی وہ نگاہیں جو دلوں کو چیرتی چلی جاتی تھیں اور مادے سے پار دیکھنے کی صلاحیت رکھتی تھیں آج کہیں ملتی ہی نہیں ہیں۔

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھویا گیا وہ تیرا جذب قلندرانہ

اسی لئے آج مسلمان پر بزدلی اس قدر غالب ہے کہ وہ اندھیرے سے ڈرتا ہے۔ ویرانے میں جانے سے گھبراتا ہے بلی کے پاؤں کی آہٹ سے خوفزدہ ہوجاتا ہے۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ اپنی کھڑکی کا پردہ ہلنے سے ڈرنے والا مسلمان اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ بعض اوقات تو فرضی افسانوں کے پڑھنے سے ڈر جاتا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس کے دل پر مخلوق کا خوف ہر وقت کیوں مسلط رہتا ہے۔ دفتر میں صاحب ناراض نہ ہوجائے، گھر میں بیوی ناراض نہ ہوجائے، اگر میں نے سچ کہہ دیا تو فلاں ناراض نہ ہوجائے، اگر ہم نے شادی سادہ طریقے سے کردی تو برادری ناراض نہ ہوجائے۔ اصل یہ ہے کہ جب دل صاف نہیں، نگاہ پاک نہیں تو طبیعت بھی بے باک نہیں۔

دل سوز سے خالی ہے نگاہ پاک نہیں ہے
پھر اس میں عجب کیا کہ تو بے باک نہیں ہے

ہمارے اسلاف نے اس وقت عزتوں کی حفاظت کی جب لوگ اپنی بہنوں کو بیچتے تھے۔ انہوں نے اپنی پیشانیاں اس وقت اللہ کے سامنے جھکائیں جب لوگ غیر اللہ کے سامنے جھکتے تھے۔ انہوں نے ظلم کا اس وقت مقابلہ کیا جب لوگ ظلم کو فخر سمجھتے تھے، آج کے مسلمانوں کو ان سے فقط ظاہری نسبت ہے روحانی اعتبار سے ہم میں اور ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ اللہ کے سودائی تھے ہم دنیا کے شیدائی ہیں، وہ نفس شکن تھے ہم نفس پرست ہیں، وہ راہ حق کے مجاہد تھے ہم قبروں کے مجاور ہیں، وہ آپس میں مہربان تھے ہم آپس میں غضبناک ہیں، وہ سراپا کردار تھے ہم سراپا گفتار ہیں، وہ عزتوں کے محافظ تھے ہم عزتوں کے لٹیرے ہیں، ان کے دل سوز عشق سے

لبریز تھے ہمارے دل سوز عشق سے خالی ہیں، ہماری زبوں حالی کی انتہاء اتنی ہوچکی ہے کہ ہمارے نیکوں کی دعاؤں میں بھی تاثیر نہیں رہی۔ **الا ما شاء اللہ**

شبے پیش خدا بگریستم زار
مسلماناں چرا خوارند و زارند
ندا آمد نمی دانی کہ ایں قوم
دلے دارند و محبوبے ندارند

{میں ایک رات اللہ کے سامنے زار زار روتا رہا کہ مسلمان کیوں ذلیل و خوار ہیں؟ آواز آئی کہ تو نہیں جانتا کہ یہ قوم دل تو رکھتی ہے لیکن محبوب نہیں رکھتی}

مسلمانوں کی اس کسمپرسی پر اہل دل حضرات انتہائی متفکر ہیں اور بارگاہ رب العزت میں نالہ وفریاد کرتے ہیں تاکہ کچھ اصلاح احوال ہو۔

مسلماں آں فقیرے کج کلاہے
رمید از سینہ او سوز آہے
دلش نالد چرا نالد نداند
نگاہے یا رسول اللہ نگاہے

{مسلمان تو شاہی مزاج فقیر تھا۔ افسوس کہ اس کے سینے سے آہ کا سوز نکل گیا ہے اس کا دل روتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کیوں روتا ہے؟ اے اللہ کے رسول! اک نگاہ کرم اک نگاہ کرم}

اگر دیکھا جائے تو فقط شب بیدار لوگ ہی کم نہیں بلکہ شب بیداری میں تمنا کرنے والے ہی کم ہیں۔ رات کا اول حصہ لہو ولعب میں گزرتا ہے اور آخری حصہ

خواب خرگوش میں گزرتا ہے۔ عشاء کے بعد جلدی سو جانا سنت عمل ہے مگر آج کے بازاروں کی کئی دکانیں ہی عشاء کے بعد گاہکوں سے بھرتی ہیں۔ بالخصوص چوراہوں میں کھانے پینے کی دکانیں رات کے دو بجے تک کھلی رہتی ہیں۔ جب دو بجے کے بعد تہجد کا وقت شروع ہوتا ہے تو یہ لوگ بستر کی طرف جاتے ہیں پھر فجر کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔ کچھ لوگوں کو تو سورج کا طلوع دیکھے ہوئے عرصہ گزر جاتا ہے۔ جو شخص فجر کی نماز کے لئے نہ اٹھ سکنے کا عذر پیش کرتا ہے وہ تھوڑی دیر بعد ناشتہ کرنے کے لئے بڑی مستعدی سے اٹھ جاتا ہے۔

اگر کسی آدمی کو روزانہ سو روپے مشاہرہ پر تعینات کر لیا جائے تاکہ وہ ساری رات جاگ کر پہرہ دے تو وہ سو روپے کی خاطر ساری رات آرام سے جاگ لے گا اور اگر کہا جائے کہ جس دن ڈیوٹی نہیں ہے اس رات تہجد میں اٹھو تو وہ کہے گا کیا کریں اٹھا ہی نہیں جاتا۔ گویا تہجد میں اٹھنے کی قدر و قیمت پچاس روپے کے برابر بھی نہیں ہے۔ حالانکہ رات کے آخری پہر میں فرشتے آسمان دنیا پر اعلان کر رہے ہوتے ہیں هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَاُعْطِیَ لَهٗ (کوئی ہے مانگنے والا کہ جسے عطا کیا جائے) دینے والے کی طرف سے صدائیں مگر لینے والے کی طرف سے نیند کے دوران زوردار خراٹے کی آوازیں۔

؎ ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

آج کے مسلمان کے ہاتھ نہ تو دل ہے اور نہ ہی اس دل میں غم دوست ہے۔

؎ دل گیا رونق حیات گئی
غم گیا ساری کائنات گئی

آج کا مسلمان مزدور کی نمازیں پڑھ رہا ہے فرہاد کی نمازیں کہاں نصیب۔

؎ ہر ضرب تیشہ ساغر کیف وصال دوست
فرہاد میں جو بات ہے مزدور میں نہیں

ایک صاحب نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک عورت ننگے سر روتی چیختی چلاتی سامنے سے گزری۔ اس شخص نے جلدی سے نماز مکمل کر کے اسے ڈانٹا کہ خدا کی بندی تو اندھی تھی میں نماز پڑھ رہا تھا تو سامنے سے گزر گئی۔ اس نے کہا کہ برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں۔ اس نے کہا کہ ہاں، وہ عورت کہنے لگی کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دی ہے۔ میں اس کی محبت میں اتنی بے حال ہوئی کہ پتہ ہی نہیں کہ تمہارے سامنے سے گزر رہی ہوں۔ مگر آپ کیسے عاشق صادق نمازی ہیں کہ عین نماز کی حالت میں آپ کو پتہ چل رہا ہے کہ میرے سامنے سے گزرنے والی عورت کون ہے۔ کہاں گیا وہ حکم کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ (کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں گویا کہ اسے دیکھ رہے ہیں)۔

آج منبر و محراب سے بھی اخباری تقاریر کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ سلف صالحین خطبہ جمعہ کے لئے تفسیر و حدیث کی کتابیں پڑھا کرتے تھے، آج جمعہ کی تقریر کے لئے اخبار کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

؎ واعظ کا ہر ارشاد بجا تقریر بہت دلچسپ مگر
آنکھوں میں سرور عشق نہیں چہرے پہ یقین کا نور نہیں

آج خانقاہیں بھی بے آباد ہوتی جا رہی ہیں۔ مشائخ کے متعلقین اور متوسلین کے پاس بھی ذکر کے لئے وقت نہیں ہے، تسبیحات کا پڑھنا اور دلوں کا نور سے بھی بھرنا آج مشکل کام نظر آتا ہے۔

؎ دشت میں قیس نہیں کوہ پہ فرہاد نہیں
ہے وہی عشق کی دنیا مگر آباد نہیں

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج کچھ لوگ ایسے موجود ہیں جنہیں سوز عشق کے حاصل نہ ہونے کا غم نصیب ہے۔ ان حضرات کا وجود بھی غنیمت ہے۔

رہرو عشق نا امید نہ ہو
داغ حسرت نشان منزل ہے

عشق حقیقی حاصل کرنے کے لئے درج ذیل باتوں کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

عشق حقیقی کے حصول کے لئے سب سے اول شرط طلب ہے۔ انسان کو دنیا بغیر طلب کے مل سکتی ہے مگر عشق حقیقی کی دولت طلب کئے بغیر نہیں ملتی۔

مجھے اپنی پستی کی شرم ہے تیری رفعتوں کا خیال ہے
مگر اپنے دل کو میں کیا کروں اسے پھر بھی شوق وصال ہے

انسان گو خاک کی مٹھی سہی مگر اس کی نگاہیں کہاں جا کر لڑتی ہے کہ محبوب حقیقی کے دیدار کا متمنی ہوتا ہے۔

کجا دل کجا وصل جاناں کی خواہش
کجا وہ شہنشاہ خوباں کجا ہم

{ کہاں یہ دل کہاں وصل محبوب کی تمنا رکھنا، کہاں وہ حسینوں کا بادشاہ اور کہاں ہم }

انسان جب کبھی یاد الٰہی کے لئے بیٹھے مگر دل کو غفلت سے بھرا ہوا پائے تو زبان حال سے یوں فریاد کرے۔

ــ کریم مجھ پہ کرم کر بڑے عذاب میں ہوں
کہ تیرے سامنے بیٹھا ہوں اور حجاب میں ہوں

انسان اپنے دل میں مصمم ارادہ کرے کہ مجھے عشق الٰہی حاصل کرنا ہے چاہے کچھ بھی قربان کرنا پڑے۔

2 ترک لذات دنیا

وصل محبوب کے لئے ترک لذات دنیا ضروری ہے طالب دنیا کبھی بھی طالب مولیٰ نہیں بن سکتا۔ دل سے ہر تمنا کو نکال کر خالی کرنا ضروری ہے تاکہ انسان یوں کہہ سکے۔

ــ ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

3 ترک ماسوا

ترک ماسوا کا مطلب یہ ہے کہ تمام تر تعلقات اور خواہشات کو چھوڑ کر ایک اللہ وحدہ کو اپنی تمنا بنالینا۔ وہ خواہشات خواہ اس دنیا سے تعلق رکھتی ہوں یا آخرت سے سب کا چھوڑنا ضروری ہے۔

ترک ماسوا کے تین مراتب طے کرنا ضروری ہیں۔

1 اپنی ہستی سے بیگانہ ہونا:

نفس کی خواہشات کو چھوڑ دینا، سالک جب تک بالک نہ بن جائے واصل نہیں ہوسکتا۔

ــ اپنی ہستی سے بھی آخر ہوگیا بیگانہ میں
ان سے جب جا کر ہوئی آخر شناسائی مجھے

2 دنیا کو ترک کرنا:

دنیا کی لذات سے کنارہ کشی کرنا جب کہ یہ ایک مشکل کام ہے۔

ــ خدا کی یاد میں محویت دل بادشاہی ہے
مگر آسان نہیں ہے ساری دنیا کو بھلا دینا

3 آخرت کی نعمتوں سے بھی توجہ ہٹالینا:

سالک اپنی عبادات کے بدلے فقط آخرت کی نعمتوں کا طالب نہ ہو بلکہ منعم حقیقی کا طلبگار بن جائے۔

ــ زاہد کمال ترک پر ملتی ہے یہاں مراد
دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے

4 تہلیل کی کثرت

لا الٰہ الا اللہ کہنے کو تہلیل کہتے ہیں۔ یہ ایسی تلوار ہے جو دل سے جھوٹے معبودوں کا قلع قمع کر دیتی ہے۔

عشق کی آتش کا جب شعلہ اٹھا
ماسوا معشوق سب کچھ جل گیا
تیغ لا سے قتل غیر حق ہوا
دیکھئے پھر بعد اس کے کیا بچا
پھر بچا اللہ باقی سب فنا
مرحبا اے عشق تجھ کو مرحبا

اس مرتبے میں سالک کے لئے ہر وقت تہلیل کا ذکر کرتے رہنا ضروری ہے۔ (سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا آٹھواں اور نواں سبق اسی سے متعلق ہے)

5 فکر

اس طریقہ ذکر میں سالک اپنے اوپر فیض کے وارد ہونے کا تصور رکھتا ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے) اور اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق کرتا ہوں)

کے تحت اس طریقے سے فیض کا حصول سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ (سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے دسویں سبق سے لے کر آخری سبق تک یہی طریقہ ذکر ہے۔ اگر غور کریں تو مراقبہ احدیت سے لے کر دائرہ لاتعین تک کے تمام اسباق میں فقط حصول فیض کی نیت کی جاتی ہے۔ اسی کو فکر کہتے ہیں)۔

؎ جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے

6 صادقین کی معیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھی بنو)۔ جس طرح خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے اسی طرح عاشقین کی صحبت میں رہ کر سالک خود بھی عاشق بن جاتا ہے۔ مشائخ طریقت سے بیعت ہونا اور خانقاہی زندگی کی ترتیب اختیار کرنا اسی کی عملی شکل ہے۔ ایک مرتبہ حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ نے مولانا محمد علی مونگیریؒ سے پوچھا کیا تم نے کبھی عشق کی کوئی دکان دیکھی ہے؟ انہوں نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا حضرت! دو دکانیں دیکھی ہیں۔ ایک شاہ غلام علی دہلویؒ کی اور دوسری حضرت شاہ آفاقؒ کی (یہ دونوں حضرات مشائخ نقشبندیہ میں سے ہیں) شیخ کی صحبت میں چند دن رہنے سے دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔

؎ دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہے تھے کسی کی نگاہ میں

شیخ سالک کو کثرت ذکر کی تلقین کرتے ہیں اور خانقاہی ماحول کی خلوت میں یکسوئی کے ساتھ ذکر کرنے کی مشق کرواتے ہیں۔

؎ مٹا دیا میرے ساقی نے عالم من و تو
پلا کے مجھ کو مئے لا الہ الا اللہ

جب سالک کو اپنے دل میں محبت الٰہی کا اضافہ محسوس ہوتا ہے تو بے اختیار اس کے دل سے اپنے شیخ کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔

؎ خدا رکھے میرے ساقی کا میکدہ آباد
یہاں پہ عشق کے ساغر پلائے جاتے ہیں

ایک سالک حضرت شاہ آفاقؒ کی خدمت میں کچھ عرصہ رہا تو اس نے اپنے تاثرات کو یوں الفاظ کا جامہ پہنایا۔

اے شہ آفاق شیریں داستاں
باز گو از بے نشاں ما را نشاں
صرف و نحو و منطق را سوختی
آتش عشق خدا افروختی

{اے حضرت شاہ آفاقؒ شیریں گفتار! اس بے نشان کی نشانیاں پھر مجھ کو بتا علم صرف ونحو اور منطق کو تو نے جلا دیا اور عشق خدا کی آگ بھڑکا دی}

جب سالک کا دل عشق الٰہی سے لبریز ہو جاتا ہے تو اس کا ہر قدم منزل کی طرف جاتا ہے۔

جب عشق سے تیرے بھر گئے ہم
تو ہی رہا جدھر گئے ہم
تیری ہی طرف کو راہ نکلی
بھولے بھٹکے جدھر گئے ہم

عاشق صادق کو زندگی بھر یہی ترتیب اپنانی پڑتی ہے۔

الٰہی راہ محبت کو طے کریں کیسے
یہ راستہ تو مسافر کے ساتھ چلتا ہے

اس سے قطع نظر کہ یہ راستہ زندگی میں طے ہو جائے گا یا نہیں اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے۔

بس چلا چل قطع راہ عشق گر منظور ہے
یہ نہ پوچھ کہ اے ہمسفر نزدیک ہے یا دور ہے

7 التجاء و فریاد

جب سالک وہ کچھ کر لے جو اس کے بس میں ہے تو پھر اللہ رب العزت کی ذات سے مدد مانگے چونکہ منزل پر پہنچانے والی ذات تو اس کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ

(اور اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا اور اس کی رحمت نہ ہوتی تم میں سے کوئی ایک بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پاک نہ ہو سکتا لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہے پاک کرتا ہے)۔

رات کے آخری پہر میں رو رو کر دعائیں مانگنے سے یہ نعمت جلدی حاصل ہو جاتی ہے۔ احادیث میں نبی ﷺ سے منقول درج ذیل دعائیں بہت پسندیدہ ہیں۔

1. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَّفْسِيْ وَ اَهْلِيْ وَ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ
2. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ الْاَشْيَآءِ اِلَيَّ كُلِّهَا وَ خَشْيَتَكَ اَخْوَفَ الْاَشْيَآءِ عِنْدِيْ وَ اقْطَعْ عَنِّيْ حَاجَاتِ الدُّنْيَا بِالشَّوْقِ اِلٰى لِقَآئِكَ وَ

اِذَا اَقْرَرْتَ اَعْيُنَ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ دُنْيَاهُمْ فَاَقْرِرْ عَيْنِيْ مِنْ عِبَادَتِكَ

3. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ اَخْشَاكَ كَاَنِّيْ اَرَاكَ اَبَدًا حَتّٰى اَلْقَاكَ
4. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا يُّبَاشِرُ قَلْبِيْ وَ يَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ وَ رِضًا مِّنَ الْمَعِيْشَةِ بِمَا قَسَمْتَ لِيْ
5. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ التَّوْفِيْقَ لِمَحَابِّكَ مِنَ الْاَعْمَالِ وَ الصِّدْقِ وَ التَّوَكُّلِ عَلَيْكَ وَ حُسْنَ الظَّنِّ بِكَ
6. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ نَفْسًا بِكَ مُطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِلِقَآئِكَ وَ تَرْضٰى بِقَضَآئِكَ وَ تَقْنَعُ بِعَطَآئِكَ
7. اَللّٰهُمَّ افْتَحْ مَسَامِعَ قَلْبِيْ لِذِكْرِكَ اَنْتَ تَرْحَمُنِيْ فَارْحَمْنِيْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَّحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ
8. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ قُلُوْبًا مُّحِبَّةً مُّنِيْبَةً فِيْ سَبِيْلِكَ
9. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِيْ خَشْيَتَكَ وَ ذِكْرَكَ وَ اجْعَلْ هِمَّتِيْ وَ هَوَايَ فِيْمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى
10. اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ مَعَاصِيْنَا

ان مسنون دعاؤں کے علاوہ بھی اپنی زبان میں اپنے الفاظ میں جو دعائیں مانگی جائیں اچھی ہیں۔

خدایا بہ رب ان [illegible] وسیلہ کن
نہ تو محروم از آب [illegible] کن
رسان تا شمع ہر پروانہ مسکین
نہ تو مہجور از گل بلبلے کن

{یا رب تو کسی دل کو محبت سے خالی نہ کر، اس جہاں سے محروم نہ کر، ہر مسکین پروانے کو شمع تک پہنچا دے۔ بلبل کو پھول سے جدا نہ کر}

عشق الٰہی کا حصول کوئی کھیر کھانے والی بات نہیں ہے بلکہ تن من دھن لٹانے والی بات ہے۔

؎ یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

پھر بھی سالک یہ ریاضت و مجاہدے کی منزلیں طے کر لیتا ہے اور رب کریم کی بارگاہ میں یہی فریاد پیش کرتا ہے۔

؎ ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

راہِ عشق پر چلنے والے لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو اپنی ریاضت و محنت سے قدم بڑھا رہے ہوتے ہیں انہیں مرید یا سالک کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جن کو خود محبوب اپنی طرف بلانا چاہتے ہیں وہ مراد یا مجذوب کہلاتے ہیں۔ مرید اور مراد کے فرق کو سمجھنے کے لئے حضرت موسیٰ اور حضرت نبی کریم ﷺ کے احوال زندگی کو سامنے رکھنا بہتر ہے۔ حضرت موسیٰ محب تھے، حضرت نبی کریم ﷺ محبوب تھے۔ اس کی وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

1 ۔ حضرت موسیٰ کو کوہ طور پر ملاقات نصیب ہوئی تو رب کریم نے اس کا تذکرہ یوں فرمایا وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا (جب آئے موسیٰ ہماری ملاقات کو) لیکن نبی کریم ﷺ کو معراج کے وقت ملاقات نصیب ہوئی تو رب کریم نے فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ (پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندے کو)

حضرت موسیٰ کے لئے ''آئے'' کا لفظ استعمال کیا گیا جب کہ نبی کریم ﷺ کے لئے ''لائے گئے'' کہا گیا ایک کو راستہ بتا دیا اور دوسرے کا خود فرشتہ بھیج کر پاس بلا لیا۔

؎ مجذوب کو تو لائے وہ ہمراہ بزم میں
اور سالکوں کو دور سے راستے بتا دیئے

❷ ۔ حضرت موسیٰؑ نے دعا مانگی رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ (اے اللہ میرا سینہ کھول دے) جب کہ آپ ﷺ کے لئے اللہ رب العزت نے فرمایا اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ (کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا)

❸ ۔ حضرت موسیٰؑ کو کتاب لینے کے لئے کوہ طور پر جانا پڑا جب کہ نبی کریم ﷺ کے پاس قرآن بھیج دیا گیا۔ نَزَّلَ علی قَلْبِکَ (قرآن پاک آپ کے دل پر نازل کیا گیا)۔

راہ عشق کا دستور تو یہی ہے کہ محب محبوب سے ملاقات کا متمنی ہوتا ہے مگر بعض اوقات محبوب خود بھی چاہتا ہے کہ محب ملاقات کے لئے آجائے۔ جب محبوب خود چاہتا ہے وصل نصیب ہو تو آسان ہوتا ہے۔

؎ سن لے اے دوست جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

جب حسن خود ہی ملاقات کا انتظام کرے تو پھر تو عشق کے مزے ہوتے ہیں۔

؎ حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یونہی نام ہوتا ہے

جب محبؐ کو معلوم ہو کہ محبوب بھی مجھ سے محبت کرتا ہے تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔

؎ نگاہ یار جسے آشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبی قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

عاشقوں کے عشق میں آہیں بھرنا، ٹھنڈے سانس لینا، اور ہائے ہو کرنا ہوتا ہے جب کہ محبوب کے عشق میں پوشیدگی ہوتی ہے۔ عاشقوں کا عشق بدن کو لاغر کر دیتا ہے

جب کہ محبوب کا عشق بدن کو فربہ کر دیتا ہے۔

عشق معشوقاں نہاں است و ستیر
عشق عاشق باد و صد طبل و نفیر
عشق عشاق ایں بدن لاغر کند
عشق معشوقاں بدن فربہ کند

{معشوقوں کا عشق پوشیدہ ہوتا ہے اور عاشق کا عشق ڈھول ڈھمکے کی چوٹ پر ظاہر کیا جاتا ہے، عاشقوں کا عشق بدن کو کمزور کر دیتا ہے جب کہ معشوق کا عشق عاشق کے بدن کو فربہ بنا دیتا ہے}

جب اللہ رب العزت اپنے کسی بندے پر مہربان ہوتے ہیں تو اس کے لئے وصول الی اللہ کی راہیں ہموار کر دیتے ہیں۔ پھر یاد الٰہی کا خود بخود غلبہ ہوتا ہے۔

؎ محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اسی کو یاد یار آئی

جب کام اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے بنتا ہے تو یوں فریاد کی جائے۔

اَللّٰهُمَّ يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ وَ يَا دَافِعَ الْبَلِيَّاتِ وَ يَا اَحَلَّ الْمُشْكِلَاتِ وَ يَا كَافِيَ الْمُهِمَّاتِ وَ يَا شَافِيَ الْاَمْرَاضِ وَ يَا مُنْزِلَ الْبَرَكَاتِ وَ يَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ وَ يَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ وَ يَا مُجِيْبَ الدَّعَوَاتِ وَ يَا اَمَانَ الْخَائِفِيْنَ وَ يَا خَيْرَ النَّاصِرِيْنَ وَ يَا دَلِيْلَ الْمُتَحَيِّرِيْنَ وَ يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ اَغِثْنِيْ . اِلٰهِیْ اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ وَ رِضَاكَ مَطْلُوْبِیْ ○ تَرَكْتُ لَكَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ اَتْمِمْ عَلَیَّ نِعْمَتَكَ وَ ارْزُقْنِیْ وُصُوْلَكَ التَّامَّ بِجَاهِ

سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ . امین ثم امین

کاغذ تمام کالک تمام اور ہم تمام
پر داستان شوق ابھی نا تمام ہے